

تعارف اُردو

نویں جماعت



سرکاری فیصلہ نمبر: ابھیاس-۲۱۱۶/ (پر۔ نمبر ۱۶/۴۳) ایس ڈی-۴ مؤرخہ ۲۵ اپریل ۲۰۱۶ء کے مطابق قائم کی گئی
رابطہ کار کمیٹی کی ۳ مارچ ۲۰۱۷ء کو منعقدہ نشست میں اس کتاب کو درسی کتاب کے طور پر منظوری دی گئی۔

زبان دوم کے نئے نصاب کے مطابق

تعارفِ اُردو

نویں جماعت



مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پُستک زمینی وابھیاس کرم سنشو دھن منڈل، پونہ-۴



بازو میں دیا ہوا 'کیو-آر کوڈ' نیز اس کتاب میں دیگر مقامات پر دیے ہوئے
'کیو-آر کوڈ' اسمارٹ فون کے ذریعے اسکین کیے جاسکتے ہیں۔ اسکین کرنے
پر ہمیں اس درسی کتاب کی درس و تدریس کے لیے مفید لنک/لنکس (URL)
دستیاب ہوں گے۔

پہلا ایڈیشن: 2017

© مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پبلیکیشنز کمیٹی و ابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ-۴۰۰۰۱۱

نئے نصاب کے مطابق مجلسِ ادارت اور مجلس مشاورت نے اس کتاب کو ترتیب دیا ہے۔ اس کتاب کے جملہ حقوق مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پبلیکیشنز کمیٹی و ابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ کے حق میں محفوظ ہیں۔ کتاب کا کوئی بھی حصہ ڈاکٹر، مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پبلیکیشنز کمیٹی و ابھیاس کرم سنشودھن منڈل کی تحریری اجازت کے بغیر شائع نہ کیا جائے۔

Co-ordinator

Khan Navedul Haque Inamul Haque
Special Officer for Urdu, Balbharati

D.T.P. & Layout

Asif Nisar Sayyed
Yusra Graphics, Shop No. 5, Anamay,
305, Somwar Peth, Pune 11.

Cover

Dawood Abdul Ghaffar Kotur

Production

Sachchitanand Aphale
Chief Production Officer

Rajendra Chindarkar
Production Officer

Rajendra Pandloskar
Assistant Production Officer

Paper: 70 GSM Maplitho

Print Order

N/PB/2017-18/2000

Printer

M/s. Bombay Binding Works and Printers,
Mumbai

Publisher

Shri Vivek Uttam Gosavi

Controller,
M.S. Bureau of Textbook Production,
Prabhadevi, Mumbai - 400 025.

مجلس مطالعات و ادارت

- ڈاکٹر سید یحییٰ شیط (صدر)
- سلیم شہزاد (رکن)
- سلام بن رزاق (رکن)
- احمد اقبال (رکن)
- ڈاکٹر قمر شریف (رکن)
- مشتاق بونجر (رکن)
- ڈاکٹر محمد اسد اللہ (رکن)
- بیگم ریحانہ احمد (رکن)
- خان نوید الحق انعام الحق (رکن سکریٹری)

مجلس مشاورت

- فاروق سید
- خان حسنین عاقب
- اعظمی محمد یسین محمد عمر
- خان انعام الرحمن شبیر احمد

بھارت کا آئین

تمہید

ہم بھارت کے عوام متانت و سنجیدگی سے عزم کرتے ہیں کہ بھارت کو
ایک مقتدر سماج وادی غیر مذہبی عوامی جمہوریہ بنائیں
اور اس کے تمام شہریوں کے لیے حاصل کریں:
انصاف، سماجی، معاشی اور سیاسی؛
آزادی خیال، اظہار، عقیدہ، دین اور عبادت؛
مساوات بہ اعتبار حیثیت اور موقع،
اور ان سب میں
اُخوت کو ترقی دیں جس سے فرد کی عظمت اور قوم کے اتحاد اور
سالمیت کا تعلق ہو؛
اپنی آئین ساز اسمبلی میں آج چھبیس نومبر ۱۹۴۹ء کو یہ آئین
ذریعہ ہذا اختیار کرتے ہیں،
وضع کرتے ہیں اور اپنے آپ پر نافذ کرتے ہیں۔

راشٹر گیت

جَن گَن مَن - اَدھ نایک جیہ ہے
بھارت - بھاگیہ ودھاتا۔

پنجاب، سندھ، گجرات، مراٹھا
دراوڑ، اُتکل، بنگ،

وڈھیہ، ہماچل، یمنا، گنگا،
اُچھل جَل دھ ترنگ،

تو شُبھ نامے جاگے، تو شُبھ آسشس ماگے،
گا ہے تو جیہ گاتھا،

جَن گَن منگل دایک جیہ ہے،
بھارت - بھاگیہ ودھاتا۔

جیہ ہے، جیہ ہے، جیہ ہے،
جیہ جیہ جیہ، جیہ ہے۔

عہد

بھارت میرا ملک ہے۔ سب بھارتی میرے بھائی اور بہنیں ہیں۔

مجھے اپنے وطن سے پیار ہے اور میں اس کے عظیم و گونا گوں ورثے پر
فخر محسوس کرتا ہوں۔ میں ہمیشہ اس ورثے کے قابل بننے کی کوشش کروں گا۔

میں اپنے والدین، استادوں اور بزرگوں کی عزت کروں گا اور ہر ایک
سے خوش اخلاقی کا برتاؤ کروں گا۔

میں اپنے ملک اور اپنے لوگوں کے لیے خود کو وقف کرنے کی قسم کھاتا
ہوں۔ اُن کی بہتری اور خوش حالی ہی میں میری خوشی ہے۔

پیش لفظ

عزیز طلبہ!

نویں جماعت میں آپ کا استقبال ہے۔ اس جماعت میں آپ کی آموزش کے لیے 'تعارفِ اُردو' آپ کو پیش کرتے ہوئے ہمیں بڑی مسرت ہو رہی ہے۔ کچھلی جماعت میں آپ 'تعارفِ اُردو' پڑھ چکے ہیں۔ اس میں کئی مضامین اور نظمیں آپ نے پڑھی ہیں اور کئی مشہور و معروف مصنفوں کی تحریروں اور شاعروں کے کلام کا مطالعہ بھی آپ نے کیا ہے۔ گزشتہ کتابوں میں شائع کئی کہانیوں سے آپ لطف اندوز ہوئے اور آپ نے کئی سرگرمیاں مکمل کی ہیں۔ آپ اپنے ارد گرد موجود تحریروں یعنی اخبارات و رسائل بھی پڑھتے ہوں گے۔ اب آپ نویں جماعت میں آچکے ہیں جہاں آپ مزید معیاری مواد کی تعلیم حاصل کریں گے اور زبان کو سمجھنے کی آپ کی صلاحیت مزید فروغ پائے گی۔

اُردو صرف ایک مضمون کا نام نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ایک تہذیب جڑی ہوئی ہے۔ آپ اپنی روزمرہ زندگی میں ہمیشہ مادری زبان اُردو کا استعمال کرتے ہیں۔ لہذا معیاری اُردو زبان کے استعمال پر زیادہ زور دیا جانا چاہیے۔ ہمارا مقصد آپ میں یہ خود اعتمادی پیدا کرنا ہے کہ آپ اُردو زبان کو بہتر طور پر استعمال کر سکیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ میں سوالات پوچھنے کی صلاحیت پیدا ہو، آپ نئے علوم و فنون حاصل کریں اور تخلیقی اندازِ فکر اپنائیں اور تخلیق سے مسرت حاصل کریں اسی لیے ہم چاہتے ہیں کہ درسی کتاب میں موجود مشقوں اور سرگرمیوں میں آپ زیادہ سے زیادہ حصہ لیں۔ اس کتاب کی آموزش کے دوران آپ کو جو بھی مشکل یا پریشانی محسوس ہو بلا خوف اپنے استاد کے سامنے اس کا اظہار کریں۔ اس کتاب میں ایسی کئی سرگرمیاں شامل ہیں جن سے آپ بذاتِ خود علم حاصل کرنے کے قابل بن سکیں گے۔ ان سرگرمیوں میں آپ جتنا حصہ لیں گے اتنا ہی زیادہ آپ کے علم میں اضافہ ہوگا۔

کتاب کے مواد کے بارے میں آپ کے تاثرات جان کر ہمیں بہت خوشی ہوگی۔ سال بھر آپ کی آموزش مسرت بخش رہے، یہی ہماری اُمید ہے۔

آپ کی عمدہ تعلیم اور بہتر مستقبل کے لیے نیک خواہشات!



(ڈاکٹر سنیل مگر)

ڈائریکٹر

مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک زمرہ و
ابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ-۴

پونہ-
تاریخ: ۲۸/اپریل ۲۰۱۷ء، اکشے تریا
بھارتیہ سور: ۸/ویشاکھ ۱۹۳۹

ہدایات برائے اساتذہ

نویں جماعت کی 'تعارفِ اُردو' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ کتاب پچھلی درسی کتابوں سے قدرے مختلف ہے کیونکہ بچوں کے لیے مفت اور لازمی حق تعلیم کے قانون ۲۰۰۹ء کے مطابق از سر نو مرتب شدہ تعلیمی نصاب ۲۰۱۲ء کی روشنی میں، تشکیلِ علم کے نظریے اور سرگرمیوں کو اس کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔

آپ سے توقع ہے کہ آپ تعلیمی سال کے آغاز پر ابتدائی جانچ کے ذریعے بچوں کی ذہنی سطح کا تعین کر لیں۔ اس مقصد کے لیے تمام بچوں کی اس طرح تربیت کریں کہ ان میں مطلوبہ استعداد پیدا ہو جائے۔

ہمارا ماننا ہے کہ تدریس کے دوران درج ذیل اُمور کا لحاظ رکھا جائے تو سیکھنے اور سکھانے کا عمل مزید فائدہ بخش ہوگا۔

○ اس کتاب میں نثری اور شعری اسباق کی زبان کو نسبتاً آسان رکھا گیا ہے۔ اسباق میں جدت اور دلچسپی کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ سوانحی، مزاحیہ، علمی اور اخلاقی اقدار پر مبنی مضامین کے ساتھ ساتھ اس درسی کتاب میں ڈراما اور خط بھی شامل ہے۔ آپ ان مشمولات کو پڑھاتے وقت اپنے طلبہ کی دلچسپی اور ان کے ذوق و شوق کا خیال رکھتے ہوئے اضافی معلومات یا مثالیں دے سکتے ہیں۔

○ کتاب میں شامل اسباق کا انتخاب اس طرز پر کیا گیا ہے کہ آپ ہر سبق کے مواد پر طلبہ سے مختلف سرگرمیاں کروا سکتے ہیں۔ آپ کی توجہ پڑھانے سے زیادہ تسہیل کاری پر رہے تاکہ بچے از خود زبان سیکھ سکیں۔ بہت سی سرگرمیاں انٹرنیٹ سے جوڑ دی گئی ہیں تاکہ طلبہ کو آموزش کے دوران مواصلاتی ٹکنالوجی کے وسائل کے صحت مند استعمال کی عادت ہو سکے۔

○ اس کتاب میں شامل اسباق میں جو مشقیں دی ہوئی ہیں، آپ ان میں جدت اور تنوع پائیں گے۔ مشقوں میں براہِ راست سوالات کا طریقہ ختم کر کے امریہ طرز کے سوالات (Question without question mark) شامل کیے گئے ہیں۔ مشقوں کو مزید دلچسپ اور جاذب بنانے کے لیے رواں خاکے، ویب خاکے اور معنی وغیرہ بھی شامل کیے گئے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ مشقیں طلبہ کی تشکیلِ علم کی صلاحیت میں قابلِ لحاظ اضافہ کرنے میں معاون ثابت ہوں گے۔

○ بچے جن الفاظ کے معنی نہیں جانتے، توقع ہے کہ وہ اپنے اساتذہ، تسہیل کار یا لغت کی مدد سے معلوم کریں۔ آپ انھیں اپنے طور پر اس کام کی ترغیب دے سکتے ہیں۔ سبق کے آخر میں معنی و اشارات کے تحت مشکل الفاظ کے معنی اُردو کے ساتھ ساتھ انگریزی میں بھی دیے گئے ہیں تاکہ طلبہ بہ آسانی لفظ کے مفہوم تک پہنچ سکیں۔ آج کل موبائل پر اُردو کی مختلف لغات آسانی سے دستیاب ہیں اور ان کا استعمال بھی نہایت آسان ہے۔ آپ طلبہ کو اس جانب بھی راغب کر سکتے ہیں۔

○ اسباق پر مشتمل اور نصاب میں شامل قواعد زبان کو عملی قواعد یعنی زبان کے روزمرہ استعمال کے پیش نظر آسان تر مثالوں اور وضاحت کے ساتھ رکھا گیا ہے۔ قواعدی تفہیم کے لیے اسباق سے مثالیں دی ہوئی ہیں۔ دوسری مماثل مثالیں ڈھونڈنے یا تیار کرنے کی ہدایات بھی یہاں شامل ہیں۔ آپ ان ہدایات کی روشنی میں قواعد پڑھائیں اور ایسے مواقع فراہم کریں کہ طلبہ از خود اپنے عملی قواعد کی تشکیل کر سکیں۔

امید ہے یہ درسی کتاب آپ کی توقعات پر پوری اترے گی۔

صلاحیتوں کا تعین - نویں جماعت (اُردو - زبان دوم)

نمبر شمار	تدریسی اکائیاں	مطلوبہ استعداد
۱	سننا	کہانی، نظم، تقریر وغیرہ کلاس میں، جلسہ گاہ میں، ریڈیو ٹی وی نیز انٹرنیٹ اور یو-ٹیوب پر سننا۔ سننے ہوئے مواد کو سمجھنا۔ دی ہوئی ہدایات کو سن کر عمل کرنا۔ خبروں، گیتوں کے علاوہ دوسرے سمعی مواد کو سننے کا شوق پیدا ہونا۔ خبر، کہانی، تقریر کے فرق کو سمجھنا۔ سننے ہوئے مواد میں الفاظ کے صحیح تلفظ اور معنی کا خیال رکھنا۔ محاوروں کے معنی سمجھنا۔ سادہ اور پیچیدہ جملوں کی شناخت کرنا۔
۲	بولنا	جماعت کے ساتھیوں کے ساتھ گفتگو کرنا۔ دیے ہوئے عنوان پر تقریر کرنا۔ ڈرامے کے مکالموں کی ادائیگی کرنا۔ سیر و تقریر کا حال بیان کرنا۔ صحیح تلفظ کے ساتھ زبان کا استعمال کرنا۔ دوستوں سے بات چیت کرنا اور انھیں آسان زبان میں ہدایت دینا۔ مختلف مباحثوں میں حصہ لینا، کہانی کہنا، واقعات سننا۔ غم اور خوشی کے جذبات کے اظہار میں زبان اور لب و لہجے کا خیال رکھنا۔
۳	پڑھنا	کہانی، نظم، خبریں اور مکالموں کو بلند آواز اور خاموشی کے ساتھ پڑھنا۔ تحریر کو صحیح طور پر معنی کا خیال رکھتے ہوئے پڑھنا۔ فقروں اور جملوں کے معنوی ربط کو پڑھنے کے دوران سمجھنا۔ اطراف میں لگے سائن بورڈ کو معنی کی تفہیم کے ساتھ پڑھنا۔ ذخیرہ الفاظ اور پڑھنے کی رفتار میں اضافہ۔ انٹرنیٹ پر دستیاب مواد مثلاً اخبارات، ای-بکس وغیرہ پڑھنا۔
۴	لکھنا	دی ہوئی مشقوں کے جوابات از خود لکھنا۔ سننے ہوئے جملوں کو صحیح ترتیب سے لکھنا۔ مختلف قسم کے خطوط لکھنا، جیسے مبارکبادی، تہنیتی، تقریب کے دعوت نامے وغیرہ۔ معی حل کرنا۔ ذاتی خیالات کو تحریری صورت میں پیش کرنا۔ مختلف عنوانات پر پندرہ تا بیس سطروں میں مضامین لکھنا۔ نظموں کے خلاصے تحریر کرنا۔ انٹرنیٹ پر اُردو بلاگ لکھنا۔
۵	مطالعے کی صلاحیت	درسی اور غیر درسی تحریروں، اقوال، نعروں کا سمجھ کر مطالعہ کرنا۔ مضامین کے سیاق و سباق کو سمجھنا۔ درسی اور حوالہ جاتی کتابوں کا مطالعہ کرنا۔ لغت کی مدد سے نئے الفاظ تلاش کرنا اور انھیں جملوں میں استعمال کرنا۔ انٹرنیٹ پر دستیاب اُردو انسائیکلو پیڈیا اور دیگر حوالہ جاتی کتابوں کا مطالعہ کرنا۔
۶	قواعد	اعادہ - (۱) مبتدا اور خبر (۲) مذکر - مؤنث (۳) زیر اضافت، واو عطف کو معنی کے ساتھ سمجھنا (۴) سابقہ، لاحقہ (۵) اعراب (۶) محاورے کے معنی اور ان کے استعمال کو سمجھنا (۷) اسم کی قسمیں - صفت، ضمیر، ضمیر شخصی کے فرق کو سمجھنا (۸) اجزائے کلام - فعل، فاعل، مفعول کے فرق کو سمجھنا۔

نوٹ: ۳۵ منٹ کا ایک پیریڈ: زبان دانی کے لیے ہفتے میں چار پیریڈس ہوں گے۔ کام کے دن ۲۰۰ سے کم نہ ہوں۔

فہرست

حصہ نثر

نمبر شمار	صنف / موضوع	مصنف / شاعر	صفحہ نمبر
۱۔	حضرت عائشہؓ	سوانح / سیرت / مذہبی شخصیت	۱
۲۔	بلٹ ٹرین	انشائیہ / مزاحیہ سفرنامہ	۴
۳۔	عبرت	کہانی / اخلاقیات	۷
۴۔	گول گنبد	مضمون / ثقافتی / تاریخی	۹
۵۔	میرا بیٹا میرا بیک	ترجمہ / آپ بیتی	۱۳
۶۔	گیہوں کا دانہ	کہانی / محنت کی عظمت	۱۶
۷۔	ہاکی کا ایک اور جادوگر	خاکہ / شخصیت / کھیل	۲۰
۸۔	پولیوشن حاضر ہو	ڈراما / ماحولیات	۲۳
۹۔	اندھا گھوڑا	کہانی / جانوروں سے ہمدردی	۲۷
۱۰۔	فاسٹ فوڈ	مضمون / سائنسی معلومات	۳۰
۱۱۔	اُردو زبان کی ابتدا	مضمون / تاریخی / ادبی	۳۳
۱۲۔	اجنٹا کے غار	مضمون / تاریخی / سیاحت	۳۶
۱۳۔	خط - میزہ فیض کے نام	خط نویسی / معلوماتی	۳۹

حصہ نظم

۱۔	حمد	نظم / حمدیہ	۴۲
۲۔	برسات اور پھسلن	نظم / مزاحیہ	۴۴
۳۔	نوع بشر سے محبت	نظم / انسانی ہمدردی	۴۶
۴۔	اعلان جمہوریت	نظم / وطنی	۴۹
۵۔	علم و عمل	نظم / اخلاقی	۵۱
۶۔	رات	نظم / مناظر فطرت	۵۳
۷۔	ایک گھوڑا اور اس کا سایہ	نظم / پند و نصیحت	۵۵
۸۔	کرن	گیت	۵۷
۹۔	غزلیات	ذوقِ دہلوی، مومن خان مومن، خلیل الرحمن اعظمی، شکیب جلالی، عبدالاحد سائز	۵۹
۱۰۔	رباعیات	تلوک چند محروم، امجد حیدر آبادی، فانی بدایونی، سہیل مالیکانوی	۶۵

اضافی مطالعہ

۱۔	آس پاس	افسانہ	۶۸
۲۔	پرندے کی فریاد	نظم	۷۲

۱۔ حضرت عائشہؓ

سید سلیمان ندوی

پہلی بات : اسلامی تاریخ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں کی زندگیوں اور ان کے کارناموں کو نہایت اہمیت حاصل ہے۔ ایسے ہی آپؐ کی اُمہات المؤمنینؓ نے بھی اسلام کے فروغ اور اُمت کی بھلائی کے لیے سخت دشواریوں کا سامنا کیا۔ اسلام کی خاطر تکلیفیں برداشت کیں۔ ان کی فیاضیوں اور سخاوتوں سے مسلمانوں کو تقویت حاصل ہوئی۔ ان کی تعلیمات سے عورتوں میں دینی شعور پیدا ہوا اور قرآن کی تعلیم عورتوں میں عام ہوئی۔ اُمہات المؤمنینؓ نے آپؐ سے کثیر تعداد میں احادیث سنی رکھی تھیں جو کتب احادیث میں محفوظ ہیں۔ ان نیک سیرت صحابیاتؓ میں حضرت عائشہؓ کا بھی شمار ہوتا ہے۔ ذیل کے سبق میں ان کے حالات زندگی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

جان پہچان :

سید سلیمان ندوی ۲۲ نومبر ۱۸۸۴ء کو دینہ (بہار) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم انھوں نے سماجی روایت کے مطابق گھر پر حاصل کی پھر بہار کے مختلف مدرسوں میں داخل کیے گئے۔ اسی زمانے میں لکھنؤ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کا قیام ہوا۔ سید سلیمان نے ۱۹۰۱ء میں یہاں داخلہ لے لیا اور کئی علوم میں دسترس حاصل کی۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ مولانا ابوالکلام آزاد کے اخبار الہلال میں ادارت کرنے لگے۔ پھر کسی وجہ سے یہ ملازمت چھوڑ کر وہ پونہ (مہاراشٹر) چلے آئے جہاں واڈیا کالج میں انھیں فارسی کا استاد مقرر کیا گیا۔ یہیں انھوں نے عبرانی اور انگریزی زبانوں میں استعداد پیدا کی۔ مولانا شبلی کے اصرار پر سید سلیمان ندوی نے اعظم گڑھ میں شبلی کے قائم کردہ ادارے دارالمصنفین کی ذمہ داری سنبھالی۔ ۲۲ نومبر ۱۹۵۳ء کو ۶۹ سال کی عمر میں ان کا کراچی میں انتقال ہوا۔ یہ مضمون سید سلیمان ندوی کی کتاب 'سیرت عائشہ' سے لیا گیا ہے۔ اس میں اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ کی سیرت و کردار کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

حضرت عائشہؓ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی تھیں۔ اس لیے آپؐ اُم المؤمنین یعنی مسلمانوں کی ماں کہلاتی ہیں۔ صدیقہ اور حمیرہ آپؐ کے القاب تھے۔

حضرت عائشہؓ ہمارے نبیؐ کے پیارے دوست حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی تھیں۔ وہ بے حد ذہین اور حاضر جواب تھیں۔ ان کا حافظہ بہت اچھا تھا۔ انھیں بہت سے اشعار یاد تھے جن کو مناسب موقعوں پر وہ پڑھا کرتی تھیں۔ مذہبی علوم کے علاوہ تاریخ اور ادب میں بھی وہ ماہر تھیں۔ انھیں شب و روز حضورؐ کی صحبت میسر تھی۔ علم و حکمت کے بیسیوں مسئلے کان میں پڑتے تھے۔ ان کے علاوہ خود حضرت عائشہؓ کی عادت یہ تھی کہ ہر مسئلے کو آنحضرتؐ کے سامنے پیش کر دیتی تھیں اور جب تک تسلی نہ ہوتی، خاموش نہ بیٹھتیں۔

ایک دفعہ کسی نے حضرت عائشہؓ کی کوئی چیز چُرائی۔ انھوں نے اس کو بدو عادی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا، ”بدو عادی سے کراپنا ثواب اور اُس کا گناہ کم نہ کرو۔“ عام طور پر لوگ معمولی گناہوں کی پروا نہیں کرتے۔ حضورؐ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا، ”عائشہ! معمولی گناہوں سے بھی بچا کرو۔“

اخلاقی حیثیت سے بھی حضرت عائشہؓ کا بہت بلند مرتبہ تھا۔ وہ کبھی کسی کی غیبت نہیں کرتی تھیں، نہ کبھی کسی کی بُرائی کرتی تھیں۔ وہ نہایت خوددار تھیں۔ شجاعت اور دلیری بھی ان کا جوہر تھا۔ وہ بے حد سخی تھیں۔ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہؓ نے ان کی

خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے۔ حضرت عائشہؓ نے شام ہوتے ہوتے سب خیرات کر دیے اور اپنے لیے کچھ نہ رکھا۔ اتفاق سے اس دن روزہ تھا۔ خادمہ نے عرض کیا، ”افطار کے لیے کچھ نہیں ہے۔“ فرمایا، ”پہلے کیوں نہ یاد دلایا۔“

حضرت عائشہؓ غلاموں پر بہت شفقت کرتی تھیں۔ وہ انھیں خرید کر آزاد کر دیا کرتیں۔ وہ خاندان کے لڑکے لڑکیوں اور شہر کے یتیم بچوں کو گود لے لیتیں۔ اُن کی تعلیم و تربیت کرتیں اور اُن کی شادی بیاہ کے فرائض انجام دیتی تھیں۔

حضرت عائشہؓ کو آنحضرتؐ سے بے پناہ محبت تھی۔ آپؐ کا ہر کام وہ اپنے ہاتھوں سے انجام دیتیں۔ آٹا خود پیستیں، کھانا خود پکاتیں، آپؐ کے کپڑے اپنے ہاتھ سے دھوتی تھیں۔ آنحضرتؐ بھی بی بی عائشہؓ سے بہت محبت رکھتے تھے۔ آپؐ ان کو خوش رکھنے کی ہر طرح کوشش کرتے۔ ایک دفعہ کی بات ہے، عید کا دن تھا۔ کچھ لوگ عید کی خوشی میں نیزے ہلا ہلا کر پہلوانی کے کرتب دکھا رہے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے یہ تماشا دیکھنا چاہا۔ حضورؐ آگے کھڑے ہو گئے اور بی بی عائشہؓ پیچھے کھڑی ہو کر تماشا دیکھنے لگیں۔ جب تک وہ خود تھک کر ہٹ نہ گئیں حضورؐ برابر اوٹ کیے کھڑے رہے۔

حضرت عائشہؓ بے حد قانع تھیں۔ ان کے گھر کی کُل کائنات ایک چارپائی، ایک تپائی، ایک بستر اور ایک تکیہ، آٹا اور کھجور رکھنے کے لیے دو مٹکے، پانی کا ایک برتن اور پانی پینے کے لیے ایک پیالے سے زیادہ نہ تھی۔ زندگی فقر و فاقہ سے بسر ہوتی تھی لیکن وہ کبھی شکایت کا ایک حرف زبان پر نہ لاتیں۔

آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت عائشہؓ کئی برس تک زندہ رہیں۔ بیوگی کے زمانے میں اُن کی زندگی کا مقصد قرآن و حدیث کی تعلیم تھا۔ لڑکے، عورتیں اور جن مردوں کا حضرت عائشہؓ سے پردہ نہ تھا، وہ حجرے کے اندر آ کر مجلس میں بیٹھتے تھے۔ لوگ سوالات کرتے، یہ قرآن و حدیث سے جوابات دیتیں۔ ہر سال حج کو جاتی تھیں۔

عورتوں پر بی بی عائشہؓ کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ انھوں نے دنیا کو بتا دیا کہ ایک عورت اُمت کی بھلائی کے لیے پند و اصلاح کر سکتی ہے۔ وہ علمی، مذہبی اور سیاسی کام بجا لاسکتی ہے۔ عورت کو جو ذلیل سمجھتے، اُمّ المؤمنین اُن سے سخت برہم ہوتی تھیں۔

علمی کمالات، دینی خدمات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات و ارشادات کو عام لوگوں تک پہنچانے میں حضرت عائشہؓ کا کوئی مقابل نہیں۔

معنی و اشارات

القاب	- لقب کی جمع، وہ نام جو کسی خاصیت کی وجہ سے لوگوں نے رکھ دیا ہو	Title	حاضر جواب	- فوراً جواب دینے والا	Witful
حافظہ	- یادداشت	Memory	میسر	- حاصل	Available
بیسیوں	- مراد بہت زیادہ	Umpteen	جوہر	- خصوصیت	Characteristic
قانع	- قناعت کرنے والا	Content person	کائنات	- مراد گھر کا سارا ساز و سامان	Universe
فقر و فاقہ	- بھوکا رہنا	Poverty and hunger	حرف زبان پر	- کچھ نہ کہنا	To not argue, accept wholly
بیوگی	- بیوہ عورت کی زندگی کا زمانہ	Widowhood	نہ لانا	-	
حجرے	- حجرہ کا جمع، کمرے	Rooms	اُمت	- پوری مسلم قوم	Nation
مقابل	- مقابلہ کرنے والا	Contender	کائنات	-	

مشق

پسندیدہ کام	ناپسندیدہ کام

● حضرت عائشہؓ کو اُمّ المؤمنین کہنے کی وجہ بیان کیجیے۔

● حضرت عائشہؓ کی چند غیر معمولی خصوصیات لکھیے۔

● کوئی ایسا واقعہ لکھیے جس سے پتا چلے کہ حضورؐ عائشہؓ کو ہر

طرح خوش رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔

● حضرت عائشہؓ کے گھر میں پائی جانے والی چند چیزوں کے

نام لکھیے۔

● درج ذیل الفاظ کے واحد جمع لکھیے۔

واحد	جمع
۱۔ علم	
۲۔ اشعار	
۳۔ حکم	
۴۔ اعمال	
۵۔ صحابی	

● درج ذیل کاموں کو مناسب خانے میں لکھیے۔

۱۔ کسی کو بدعاد دینا ۲۔ اپنے کام خود کرنا

۳۔ قناعت کے ساتھ زندگی گزارنا

۴۔ لوگوں کی غیبت کرنا

۵۔ معمولی گناہوں سے بھی بچنا

۶۔ علم حاصل کرنا ۷۔ لوگوں کو اچھی باتیں بتانا

۸۔ کسی کی جھوٹی تعریف کرنا

● ذیل کے الفاظ کے مؤنث بنائیے۔

صحابی ، لڑکا ، خادم ، بچہ

● سبق کے مطابق خالی جگہیں پُر کیجیے۔

۱۔ صدیقہ اور..... آپ کے القاب تھے۔

۲۔ عورت اُمت کی بھلائی کے لیے.....

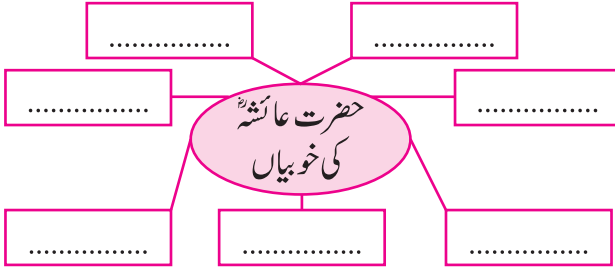
کر سکتی ہے۔

۳۔ ان کی زندگی کا مقصد..... کی تعلیم تھا۔

۴۔ تعلیمات و ارشادات کو عام لوگوں تک پہنچانے

میں حضرت عائشہؓ کا کوئی..... نہیں۔

● سبق کی مدد سے ویب خاکہ مکمل کیجیے۔



● دیے ہوئے لفظوں کے واحد لکھیے۔

کلمات	خدمات	تعلیمات	ارشادات
.....			

مشہور صحابی خشونت سنگھ نے ایک انٹرویو میں کہا تھا، ”میں اپنے ٹی وی دیکھنے کے خلاف ہوں۔ ممبئی میں میرے مکان میں ایک ٹی وی سیٹ تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں کسی بھی دوسری چیز پر اپنے ذہن کو لگا نہیں پاتا تھا۔ میں بس ٹی وی کا بٹن دبا دیتا اور جو کچھ اس پر آتا اسے دیکھتا رہتا، خواہ وہ کتنا ہی بے معنی کیوں نہ ہو۔ اس لیے میں نے اسے نکال دیا کیونکہ میں لکھنے پڑھنے کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔“

خشونت سنگھ نے اس معاملے میں جو کچھ کیا اسے ’ترجیح‘ کہا جاتا ہے۔ ترجیح کا یہ اصول کسی با مقصد انسان کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ اگر آپ کے سامنے ایک مقصد ہو تو آپ کو لازماً یہ کرنا پڑے گا کہ آپ اصل مقصد کے سوا دوسری تمام چیزوں میں اپنی دلچسپی ختم کر دیں۔ اپنی توجہ کو دوسری سمتوں سے ہٹا کر صرف مقصد کے رُخ پر لگا دیں۔ یہ کامیابی کی لازمی شرط ہے۔

۲۔ بلٹ ٹرین

مجتبیٰ حسین

پہلی بات :

کسی سچائی کو ہم سپاٹ انداز میں پیش کرتے ہیں تو وہ غیر دلچسپ اور بے اثر ہوتی ہے لیکن اسی سچائی کو مزاحیہ انداز میں کہا جائے تو سننے والے کو وہ دلچسپ محسوس ہوتی ہے اور اس سے وہ لطف اٹھاتا ہے۔ کبھی کسی سفر کے دوران ہم کو بعض اوقات ایسے حالات پیش آتے ہیں کہ انھیں سوچ کر ہی ہمیں ہنسی آ جاتی ہے۔ ایسے حالات کو مزاحیہ انداز میں پیش کرنا ایک فن ہے۔ اُردو میں کئی مزاحیہ سفرنامے لکھے گئے ہیں۔ ان میں ابنِ انشاء، مجتبیٰ حسین، شوکت تھانوی اور یوسف ناظم کے لکھے ہوئے مزاحیہ سفرنامے نہایت مقبول رہے ہیں۔ ان میں سفر کی روداد پر لطف انداز میں بیان کی گئی ہے۔ مجتبیٰ حسین نے اپنے جاپان کے سفر کے حالات جس سفرنامے میں قلم بند کیے ہیں، اس میں جاپان کی سائنسی ترقی کو بڑے مزاحیہ انداز میں پیش کیا ہے۔ درج ذیل سبق میں جاپان کی بلٹ ٹرین کی معلومات پر لطف انداز میں پیش کی گئی ہے۔

جان پہچان :

مجتبیٰ حسین ۱۹۳۶ء میں گلبرگہ میں پیدا ہوئے۔ موجودہ دور میں صفِ اول کے مزاح نگاروں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ انھوں نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز حیدرآباد سے شائع ہونے والے اخبار روزنامہ 'سیاست' میں مزاحیہ کالم نگاری سے کیا۔ انھوں نے مزاحیہ خاکے اور مزاحیہ سفرنامے لکھے ہیں۔ ان کے علاوہ ان کے مزاحیہ مضامین کے کئی مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

جاپان کی ریل گاڑیاں دنیا کی ترقی یافتہ ریل گاڑیاں سمجھی جاتی ہیں لیکن پھر بھی ہماری ریل گاڑیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ مثال کے طور پر ہم اپنے وطن کی گاڑیوں میں اکثر دروازے سے لگے ہوئے ڈنڈے سے لٹک کر سفر کرتے ہیں تو بڑا لطف آتا ہے۔ یہ سہولت جاپانی ریل گاڑی میں بالکل نہیں ہے۔ جاپانی ٹرینوں کے مسافر بڑے بد اخلاق ہوتے ہیں۔ کسی سے کوئی بات نہیں کرتا۔ بھلا یہ سفر کرنے کا کوئی طریقہ ہوا! ہم جاپانی ٹرینوں میں پچھلے ایک مہینے سے سفر کر رہے ہیں۔ کسی مسافر نے پلٹ کر یہ نہیں پوچھا، میاں کہاں رہتے ہو، کہاں جا رہے ہو؟ آپ کے شہر میں پیاز کا کیا بھاؤ ہے وغیرہ وغیرہ۔ جاپانی لوگ ٹرین میں سفر کرتے وقت 'مون برت' رکھ لیتے ہیں۔ پلیٹ فارم پر کھڑے کھڑے کتابیں پڑھتے رہتے ہیں۔ ٹرین آتی ہے تو کتاب میں انگلی رکھ کر ٹرین میں گھس جاتے ہیں اور سیٹ پر بیٹھتے ہی پھر کتاب کھول کر پڑھنے میں لگ جاتے ہیں۔ ہمیں اکثر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہم کسی لائبریری میں بیٹھے ہیں اور لائبریری کے نیچے پہیے لگا دیے گئے ہیں۔ انھیں کون سمجھائے کہ میاں ریل گاڑیوں میں لوگ چہرے پڑھتے ہیں، کتابیں نہیں۔ ایک دوسرے کی خیریت دریافت کرتے ہیں اور حالاتِ حاضرہ پر تبصرہ کرتے ہیں۔

ہمیں جاپانی ریل گاڑیوں سے یہ شکایت بھی ہے کہ یہ بہت ٹھیک وقت پر چلتی ہیں۔ انتظار میں جو لذت ہوتی ہے اس کا مزہ جاپانیوں کو کیا معلوم۔ آپ یقین کریں کہ ہمیں ٹوکیو میں کسی بھی اسٹیشن پر ٹرین کے لیے دو منٹ سے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ ایک ٹرین جاتی ہے تو دوسری اس کے پیچھے آ جاتی ہے۔ اور پھر ان کی رفتار بھی ایسی تیز کہ آدمی کا کلیجہ منہ کو آ جائے۔ پتا نہیں انھیں کہاں جانے کی جلدی ہوتی ہے۔ ہماری ریل گاڑیاں اسٹیشن میں داخل ہونے سے پہلے بیرونی سگنل کے پاس ضرور رکتی ہیں۔ سیٹیاں بجاتی ہیں۔ مسافر کھڑکیوں میں سے جھانک جھانک کر سگنل کو دیکھتے ہیں۔ کتنا مزہ آتا ہے۔

ہم نے جاپان کی بلٹ ٹرین کی شہرت بہت سنی تھی۔ اس میں بھی سفر کر کے دیکھ لیا۔ بالکل واہیات گاڑی ہے۔ ہمیں بلٹ

ٹرین میں بیٹھ کر کیوٹو جانا تھا۔ فاصلہ پوچھا تو معلوم ہوا کہ تقریباً پانچ سو کلومیٹر سے کچھ اوپر ہے۔ ہم نے پوچھا، ”اتنا لمبا سفر ہے، بستر بند بھی ساتھ رکھ لیں؟“ سنجی تاجما (یونیسکو کے عہدیدار) نے ہنس کر کہا، ”اس میں سونے کی جگہ ہی کہاں ہوتی ہے کہ آپ اپنا بستر لگا سکیں۔“ ہمیں بتایا گیا کہ کیوٹو جانے کے لیے ٹوکیو سینٹرل اسٹیشن سے بلٹ ٹرین ٹھیک آٹھ بج کر اکتالیس منٹ پر نکلے گی۔ ہم ٹوکیو سینٹرل اسٹیشن پہنچے تو ساڑھے آٹھ بج چکے تھے اور بلٹ ٹرین کا دور دور تک کوئی پتا نہ تھا۔ ہم نے تاجما کو چھیڑنے کے انداز میں کہا، ”حضرت وہ جو بلٹ ٹرین ۸ بج کر ۴۱ منٹ پر چلنے والی تھی، وہ کہاں ہے؟“ تاجما نے کہا بس آتی ہی ہوگی۔ ٹھیک آٹھ بج کر پینتیس منٹ پر بلٹ ٹرین پلیٹ فارم پر نمودار ہوئی۔ اس کا انجن طیارے کی شکل کا ہوتا ہے۔ ہم ٹرین میں داخل ہوئے تو یوں لگا جیسے ہم طیارے میں پہنچ گئے ہیں۔ یہ ٹرین ٹوکیو سے ہکا تا تک ایک ہزار ستر کلومیٹر کا فاصلہ تقریباً چھ گھنٹوں میں طے کرتی ہے۔ یہ دنیا کی سب سے تیز رفتار ٹرین سمجھی جاتی ہے کیونکہ یہ ایک گھنٹے میں ۲۱۰ کلومیٹر کا فاصلہ طے کرتی ہے۔

ہم ٹرین میں بیٹھے اپنی گھڑی کو دیکھ رہے تھے کہ ٹھیک آٹھ بج کر اکتالیس منٹ پر ٹرین گولی کی طرح اسٹیشن سے نکلی۔ تب ہمیں یقین آیا کہ اس ٹرین کو بلٹ ٹرین کیوں کہتے ہیں۔ تقریباً تین گھنٹوں بعد جب ہم کیوٹو پہنچے اور گھڑی دیکھی تو پتا چلا کہ گاڑی کے پہنچنے کے وقت میں آدھے منٹ کا بھی فرق نہیں ہے۔ بلٹ ٹرین سے اترنے کے بعد ہمارے دوست سنجی تاجما نے پوچھا، ”آپ کا سفر کیسا رہا؟“ ہم نے کہا، ”مسٹر تاجما! آپ ہندوستان کی ٹرینوں میں سفر کر چکے ہیں۔ ہماری ٹرینوں میں جو سہولتیں ہوتی ہیں وہ آپ کے ہاں کہاں۔ وہ سفر ہی کیا جس میں آدمی کو دھکا نہ لگے۔ ہم نے تین گھنٹے آپ کی ٹرین میں سفر کیا، کسی نے ہمارے سر پر صندوق نہیں رکھا۔ کسی کا ہولڈال ہمارے پاؤں پر نہیں گرا۔ بھلا یہ بھی کوئی ٹرین کا سفر ہے۔“

لہذا صاحبو! کبھی جاپان جاؤ تو بلٹ ٹرین میں بالکل نہ بیٹھو۔ بڑی واہیات ٹرین ہے۔ بلٹ ٹرین میں بیٹھنے سے بہتر یہی ہے کہ آدمی ہوائی جہاز میں بیٹھ جائے۔

معنی و اشارات

Holdall	بستر بند	-	ہولڈال	Silence	چپ کا روزہ، خاموشی	-	مون برت
Nonsense,	بیکار، فالتو، بے ہودہ	-	واہیات	Feel frightened	بہت خوف آنا	-	کلیجامنہ کو آنا
fiddle-faddle				Fame	مشہور ہونا	-	شہرت

مشق

جاپان کی ریل گاڑیوں کی خصوصیات بیان کرنے والے نئے الفاظ بنائیے۔

- (۱)
 (۲)
 (۳)
 (۴)

بد

جاپان کی ریل گاڑیاں

”جاپانی ٹرین کے مسافر بڑے بد اخلاق ہوتے ہیں۔“
 اس جملے سے آپ کو اتفاق / اختلاف ہے۔ اپنی رائے لکھیے۔

”کبھی جاپان جاؤ تو بلٹ ٹرین میں بالکل نہ بیٹھو۔“ چار وجوہات لکھیے۔

سبق کی مدد سے رواں خاکہ مکمل کیجیے۔

بلٹ ٹرین کے ذریعے
ٹوکیو سے ہکاتا تک

فاصلہ — وقت — رفتار — ٹوکیو پہنچنے کا وقت

۹۔ ایک دوسرے کی خیریت اور حالات دریافت کرتے رہتے ہیں۔

ہماری ریل گاڑی	جاپان کی ریل گاڑی

سبق میں آئے انگریزی الفاظ کے اردو مترادف لکھیے۔

ٹرین بلٹ
لائبریری سینٹرل

جملوں میں استعمال کیجیے۔

۱۔ مون برت
۲۔ کلیجہ منہ کو آنا

’جاپان کی ریل گاڑی‘ اور ’ہماری ریل گاڑی‘ میں خصوصیات کی درجہ بندی کیجیے۔

- ۱۔ دنیا کی ترقی یافتہ ریل گاڑیاں۔
- ۲۔ ریل گاڑی وقت پر چلتی ہے۔
- ۳۔ دھکا کھانے کا مزہ ہی کچھ اور ہے۔
- ۴۔ اسٹیشن میں داخل ہونے سے پہلے سگنل پر رکتی ہے۔
- ۵۔ مسافر کھڑکیوں سے جھانک جھانک کر سگنل کو دیکھتے ہیں۔
- ۶۔ سیٹ پر بیٹھے ہی کتاب پڑھنے میں لگ جاتے ہیں۔
- ۷۔ ٹرین میں سفر کرتے وقت مون برت رکھ لیتے ہیں۔

قواعد

مذکر - مؤنث

ان جملوں کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ دیے ہوئے الفاظ ’مادہ‘ ہیں۔ ایسے لفظوں کو ’مؤنث‘ کہتے ہیں۔

بے جان چیزوں میں بھی مذکر اور مؤنث کا فرق پایا جاتا ہے مثلاً بے جان مذکر: گاؤں، گھر، گیہوں، بادل، آسمان، پانی، محل وغیرہ۔

بے جان مؤنث: عمارت، جالی، گیلری، گونج، دیوار، دنیا وغیرہ۔
بے جان مذکر کو مؤنث میں بدلا نہیں جاتا جیسے گھر مذکر ہے، اس کا کوئی مؤنث نہیں۔ اسی طرح کچھ چیزیں مؤنث استعمال کی جاتی ہیں۔ ان کے لیے مذکر نہیں ہوتا جیسے عمارت مؤنث ہے۔ اس کا مذکر نہیں۔

کچھ اسم ایسے ہوتے ہیں جو مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں مثلاً کوا، لومڑی، انسان۔

ذیل کے لفظوں کو مذکر اور مؤنث میں الگ کیجیے۔

کرتی، چاکلیٹ، جوتا، ندی، گھڑی، لحاف، کتاب، گدا

ان لفظوں کو توجہ سے پڑھیے۔
مور، گھوڑا، بندر، بیٹا، باپ، آدمی
ان کے بارے میں جب ہم کچھ کہیں گے تو ایسے جملے بنیں گے۔
مور ناچ رہا ہے۔ گھوڑا تیز دوڑتا ہے۔
بندر بھاگ نکلا۔ بادشاہ کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا۔
باپ بہت خوش تھا۔ آدمی آدمی کے کام آتا ہے۔
ان جملوں کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ دیے ہوئے الفاظ ’نر‘ ہیں۔ ایسے لفظوں کو ’مذکر‘ کہتے ہیں۔
اب ان لفظوں کو پڑھیے۔
بیوی، گھوڑی، گائے، چڑیا، شیرنی
ان لفظوں سے بننے والے جملے:
بیوی رونے لگی۔ گھوڑی آگے آگے چلتی رہی۔
گائے دودھ دیتی ہے۔ چڑیا اڑ گئی۔ شیرنی غرائی۔

۳۔ عبرت

خواجہ حسن نظامی

پہلی بات :

کبھی کبھی یہ ہوتا ہے کہ بعض شریر بچے راہ چلتے خواہ مخواہ کسی جانور کو پتھر مار دیتے ہیں، کبھی چیونٹیوں کو مسل دیتے ہیں، کبھی غلیل سے پرندوں کو نشانہ بناتے ہیں۔ یاد رکھیے! انسان کی طرح جانور اور پرندے سب خدا کی مخلوق ہیں۔ انھیں بلا وجہ ستانا یا مارنا بری بات ہے۔ جو ایسا کرتے ہیں بعض اوقات ان کا انجام بہت برا ہوتا ہے۔ ذیل کے سبق میں ایسا ہی ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

جان پہچان :

خواجہ حسن نظامی کا اصل نام علی حسن تھا۔ وہ ۲۵ دسمبر ۱۸۷۸ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق دہلی کے مشہور بزرگ حضرت نظام الدین محبوب الہی کے خاندان سے تھا۔ خواجہ صاحب ایک بلند پایہ ادیب، صحافی، مترجم اور انشائیہ نگار تھے۔ انھوں نے کئی رسائل اور اخبارات جاری کیے جن میں اخبار 'منادی' آخر وقت تک شائع ہوتا رہا۔ ان کے تحریر کردہ روزنامے بہت مشہور ہیں۔ خواجہ صاحب کا طرز تحریر دلچسپ، پُر اثر اور آسان ہے۔ ان کی کتابوں میں 'عذر کے افسانے' بہت مقبول ہے۔ ان کی دیگر اہم تصانیف میں 'گلدگدیاں' اور 'سی پارہٴ دل' قابل ذکر ہیں۔ وہ ۳۱ جولائی ۱۹۵۵ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

آج سے ایک برس پہلے کا ذکر ہے، دہلی سے باہر جنگل میں چند شہزادے شکار کھیل رہے تھے۔ چھوٹی چھوٹی چڑیاں اور فاختائیں دوپہر کی دھوپ سے بچنے کے لیے درختوں کی ہری بھری ٹہنیوں پر بیٹھی خدا کی یاد کی تسبیحیں پڑھ رہی تھیں۔ شہزادے بے پروائی سے انھیں غلے مار رہے تھے۔ سامنے سے ایک گدڑی پوش فقیر آیا۔ اس نے نہایت ادب سے شہزادوں کو سلام عرض کیا اور کہا، ”میاں صاحبزادو! بے زبان جاندار کو کیوں ستاتے ہو۔ انھوں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟ یہ بھی تمہاری طرح دکھ اور تکلیف کی خبر رکھتے ہیں مگر بے بس ہیں اور منہ سے نہیں کہہ سکتے۔ تم بادشاہ کی اولاد ہو، بادشاہ کو اپنے ملک کے رہنے والوں سے محبت اور مہربانی برتنی چاہیے۔ یہ جاندار بھی ملک میں رہتے ہیں۔ ان کے ساتھ بھی رحم کیا جائے تو شانِ بادشاہی سے دور نہیں۔“

بڑے شہزادے نے جس کی عمر اٹھارہ برس کی تھی شرما کر غلیل ہاتھ سے رکھ دی مگر چھوٹے مرزا نصیر الملک بگڑ کر بولے، ”جا رے جا، دو ٹکے کا آدمی ہم کو نصیحت کرنے نکلا ہے۔ تو کون ہوتا ہے ہم کو سمجھانے والا۔ سیر و شکار تو سب کرتے ہیں، ہم سے کون سا گناہ ہو گیا؟“

فقیر بولا، ”صاحبِ عالم، ناراض نہ ہوں۔ شکار ایسے جانور کا کرنا چاہیے کہ ایک جان جائے تو دس پانچ جانوں کا پیٹ بھرے، ان ننھی ننھی چڑیوں کو مارنے سے کیا نتیجہ؟ بیس مارو گے تب بھی ایک آدمی شکم سیر نہ ہو سکے گا۔“

مرزا نصیر الملک فقیر کے دوبارہ بولنے سے آگ بگولہ ہو گئے اور ایک غلہ غلیل میں رکھ کر فقیر کے گھٹنے میں اس زور سے مارا کہ بے چارہ منہ کے بل گر پڑا اور بے اختیار اس کے منہ سے نکلا، ”ہائے! میری ٹانگ توڑ ڈالی۔“ فقیر کے گرتے ہی شہزادے گھوڑوں پر سوار ہو کر قلعے کی طرف چلے گئے اور فقیر گھسٹتا ہوا سامنے کے قبرستان کی طرف چلنے لگا۔ گھسٹتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا، ”وہ تخت کیوں کر آباد رہے گا جس کے وارث ایسے سفاک ظالم ہیں۔ لڑکے! تو نے میری ٹانگ توڑ دی۔ خدا تیری بھی ٹانگیں توڑ دے اور تجھ کو بھی اسی طرح گھسٹنا نصیب ہو۔“

ایک عرصے بعد دہلی کے بازار میں ایک پیر مرد کو لہوں کے بل گھسٹتے پھرا کرتے تھے۔ ان کے پاؤں شاید فالج سے بیکار

ہو گئے تھے۔ اسی لیے ہاتھوں کو ٹیک کر کولھوں کو گھسیٹتے ہوئے راستہ چلتے تھے۔ ان کے گلے میں ایک جھولی ہوتی تھی۔ دو قدم چلتے اور راہ گیر کو حسرت سے دیکھتے گویا آنکھوں ہی آنکھوں میں اپنی محتاجی ظاہر کر کے بھیک مانگتے ہوں۔ جن لوگوں کو ان کا حال معلوم تھا، ترس کھا کر جھولی میں کچھ ڈال دیتے تھے۔

دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اُن کا نام مرزا نصیر الملک ہے۔ بہادر شاہ کے پوتے ہیں۔ اب خاموش گداگری پر گزارہ ہے۔ مجھ کو اُن کے حال سے بڑی عبرت ہوتی تھی۔ ان کا ابتدائی قصہ جو کچھ خود ان کی زبانی اور کچھ دوسرے شہزادوں کی زبانی سنا تھا تو دل دہل جاتا ہے۔ شہزادے صاحب کا بازار میں گھسٹتے پھرنا سخت سے سخت دل کو موم کر دیتا تھا اور خدا کے خوف سے جی کانپ جاتا تھا۔

معنی و اشارات

Heir	- حقدار	وارث	گدڑی پوش - گدڑی/کبل لپیٹے ہوئے
An old man	- بوڑھا آدمی	پیر مرد	Quilt covered (beggar)
Beg	- بھیک مانگنا	گداگری	دو ٹکے کا - معمولی
Lesson, admonition	- نصیحت آموز	عبرت	صاحب عالم - مغل شہزادوں کا لقب
Make soft-hearted	- دل میں رحم پیدا کر پانا	دل کو موم کرنا	Title and mode of address for a Mogul prince
			شکم سیر ہونا - پیٹ بھر جانا
			Be satiated

مشق

- ذیل کی سرگرمیوں کو ہدایت کے مطابق مکمل کیجیے۔
- ذیل کے محاوروں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔
- چڑیوں سے متعلق کہی گئی باتوں کو اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔
- جنگل میں شہزادوں کی موجودگی کا سبب لکھیے۔
- چڑیوں کا شکار نہ کرنے کی فقیر نے جو وجوہات بتائی ہیں، بیان کیجیے۔
- فقیر کی نصیحت پر شہزادوں کا رد عمل لکھیے۔
- فقیر کے مطابق شکار کیے جانے والے جانور کی خصوصیات لکھیے۔
- آپ کی نظر میں نصیر الملک کا رد عمل صحیح / غلط تھا۔ اپنی رائے دیجیے۔
- کہانی سے ملنے والی نصیحت کو اپنے لفظوں میں لکھیے۔
- فقیر کے بددعا دینے کا سبب تحریر کیجیے۔
- ذیل کے محاوروں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔
- درج ذیل کے ہم معنی الفاظ لکھیے۔
- درج ذیل جملے کہنے والوں کے نام لکھیے۔
- ”جاندار کو کیوں ستاتے ہو؟ انھوں نے تمھارا کیا بگاڑا ہے؟“
- ”جارے جا! دو ٹکے کا آدمی ہم کو نصیحت کرنے نکلا ہے۔“
- ”ہائے! میری ٹانگ توڑ ڈالی۔“

۴۔ گول گنبد

ادارہ

پہلی بات : عام طور پر مکانات اس لیے بنائے جاتے ہیں کہ انسان ان عمارتوں میں اپنے خاندان کے ساتھ رہ کر پرسکون زندگی گزار سکے۔ دنیا میں اس کے علاوہ بھی دیگر مقاصد کے تحت کئی عمارتیں بنوائی گئی ہیں۔ کئی عالی شان محل اور مقبرے بادشاہوں کی یادگاریں ہیں جو اپنی بناوٹ اور خوب صورتی کے لیے مشہور ہیں۔ تاج محل اس کی بہترین مثال ہے۔ تاج محل میں شاہجہاں اور اس کی چہیتی بیوی ممتاز محل دفن ہیں۔ اسی طرح اورنگ آباد کا بی بی کا مقبرہ اعظم شاہ کے ذریعے اپنی والدہ رابعہ درانی کے لیے تعمیر کی گئی شاندار عمارت ہے۔ بیجاپور، دکن میں گول گنبد بھی اسی قسم کا ایک مشہور مقبرہ ہے۔

ہندوستان میں بعض عمارتیں ایسی ہیں جو بے نظیر ہیں اور جنہیں دیکھنے کے لیے دنیا بھر کے سیاح دور دور کے ملکوں سے آتے ہیں۔ آگرے کا تاج محل، دہلی کا لال قلعہ، جامع مسجد اور قطب مینار، دکن میں آجنتا، ایلورا کے غار، بی بی کا مقبرہ، حیدر آباد کا چارمینار اور بیجاپور کا گول گنبد قابل دید ہیں۔

جس زمانے میں شاہ جہاں آگرہ میں تاج محل بنوا رہا تھا، قریب قریب اسی زمانے میں بیجاپور میں محمد عادل شاہ گول گنبد کی تعمیر میں لگا ہوا تھا۔ گول گنبد دکن کی عظیم الشان اور عجیب و غریب عمارت ہے اور عادل شاہی دور کی ایک بے مثال یادگار۔ عادل شاہی دور میں رعایا خوش حال تھی۔ شاہی خزانے بھرے ہوئے تھے۔ لوگوں کو آرام اور آسائش کے سامان مہیا تھے۔ دکن علم و ہنر کا گہوارہ بنا ہوا تھا۔ اس زمانے کی خصوصیت یہ تھی کہ بادشاہ اپنی زندگی ہی میں اپنے مقبرے کی عمارت بنالیا کرتے تھے۔ ہر بادشاہ یہی چاہتا تھا کہ اپنے زمانے کی بہترین یادگار چھوڑے اور پہلے کے بادشاہوں پر سبقت لے جائے اور ایسا کام کر جائے جس کی مثال آئندہ زمانے میں بھی نہ مل سکے۔

محمد عادل شاہ سے پہلے اس کے باپ ابراہیم عادل شاہ ثانی نے اپنے لیے ایک نہایت ہی خوب صورت اور شاندار مقبرہ بنوایا تھا۔ اس کی مثال اس زمانے میں تمام ملک دکن میں نہ تھی۔ یہ عمارت آج بھی موجود ہے اور ابراہیم روضہ کے نام سے مشہور ہے۔ عمارت نہایت نفیس اور دلکش ہے۔ اس کے منارے بڑے نازک اور خوشنما ہیں۔ دیواروں میں پتھر کی نازک جالیاں ہیں جن میں کلام مجید کی آیتیں تراشی ہوئی ہیں۔ الغرض صناعی، کاریگری اور گل کاری کا یہ ایک نادر نمونہ ہے۔

ابراہیم عادل شاہ کے انتقال کے بعد محمد عادل شاہ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ ایسی عمارت بنوائے جو ابراہیم روضے پر سبقت لے جائے۔ ابراہیم روضے سے زیادہ خوب صورت عمارت بنانا اس کے لیے ممکن نہ تھا۔ اس نے سوچا کہ اپنے لیے ایک بہت بڑا اور وسیع مقبرہ بنوائے کہ دکن کی کوئی عمارت اس کی ہمسری نہ کر سکے۔ ابراہیم روضہ بھی اس کے سامنے دب جائے اور اس طرح اس کا نام ہمیشہ قائم رہے۔

اس عمارت کی تعمیر کے لیے اس نے ایک بلند ٹیلے کا انتخاب کیا۔ ٹیلے پر ایک بہت بڑا چبوترہ بنایا گیا اور اس پر عمارت کی بنیاد رکھی گئی۔ اس کی تعمیر میں برسوں لگ گئے۔ اتفاق دیکھیے کہ عمارت بننے کے کچھ عرصے بعد ہی محمد عادل شاہ کا انتقال ہو گیا۔ اسے اس عمارت میں دفن کیا گیا۔ یہی عمارت آج گول گنبد کے نام سے پہچانی جاتی ہے۔

گول گنبد ایک نہایت بلند اور شاندار عمارت ہے۔ اس کی بلندی کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ شہر کے باہر سے آنے والے مسافروں کو دور ہی سے اس عمارت کا گنبد سورج کی طرح اُبھرتا ہوا نظر آتا ہے۔ پھر عمارت اور شہر کا منظر دکھائی دیتا ہے۔ یہ عمارت ایک مکعب نما ہے جس کا ہر ضلع ۱۵۶ فٹ لمبا ہے۔ اس کے اوپر گنبد بنایا گیا ہے جس کی شکل نصف دائرے جیسی ہے۔ اس طرح پوری عمارت کم و بیش ۲۰۵ فٹ بلند ہے۔ عمارت کے چاروں کونوں سے جڑے ہوئے چار ہشت پہلو مینار ہیں۔ ہر مینار سات منزلہ ہے اور ہر ایک کے اوپر برج ہے۔ ہر مینار کے قریب دیوار میں چکر دار زینہ ہے جس سے چھت پر پہنچا جاتا ہے۔ چھت سے گنبد میں جانے کے لیے آٹھ دروازے ہیں۔

گنبد کے اندر دیوار سے لگ کر ایک گیلری بنی ہوئی ہے جو دائرے کی شکل میں ہے اور گیارہ فٹ چوڑی ہے۔ گیلری کے کٹھرے کے سہارے نیچے عمارت کے صحن پر نظر ڈالیں تو محمد عادل شاہ اور اس کے عزیزوں کی قبریں نظر آتی ہیں۔ قبروں کے چاروں طرف چوبی جنگلا ہے۔

گنبد کی گیلری میں پہنچتے ہی دل پر ایک ہیبت سی طاری ہو جاتی ہے۔ انسان اپنے قدموں کی گونج سن کر سٹائے میں رہ جاتا ہے۔ قدموں کی آہٹ کئی بار سنائی دیتی ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے کوئی فوج چلی آرہی ہے۔ اگر کوئی کھانسی یا کھنکارے تو آواز گنبد کی دیوار سے ٹکرا کر دس پندرہ مرتبہ سنائی دیتی ہے۔ گیلری میں پتھر کی کرسیاں رکھی ہوئی ہیں۔ ان پر آٹھ منے سا منے بیٹھ جائیے۔ بیچ میں ۱۲۴ فٹ کا خلا ہے۔ دیوار کو منہ لگا کر کی جانے والی آہستہ بات بھی سامنے بیٹھے ہوئے آدمی کو ایسے سنائی دیتی ہے جیسے ٹیلیفون میں بات ہو رہی ہو۔ یہاں تک کہ اگر گھڑی دیوار سے لگا دی جائے تو اس کی ٹک ٹک سامنے کا شخص دیوار سے کان لگا کر سن سکتا ہے۔ ایک تالی بجائیں تو ٹراٹر بیسیوں تالیوں کی آواز آتی ہے۔

یوں تو تھوڑی بہت گونج ہر گنبد میں ہوتی ہے مگر اس قسم کی گونج نہ کہیں دیکھی نہ سنی اسی لیے اس عمارت کو بولی گنبد بھی کہتے ہیں۔ اس گنبد میں آواز صاف اور بار بار سنائی دیتی ہے۔ اسی کو صدائے بازگشت کہتے ہیں۔ عام طور پر بولنے والے اور سامنے کی دیوار کے درمیان ۶۰ فٹ کا فاصلہ ہو تو آواز دیوار سے ٹکرا کر واپس آتی اور صاف سنائی دیتی ہے۔ فاصلہ کم ہو تو آواز صاف سنائی نہیں دیتی۔ چونکہ بولی گنبد کا اندرونی قطر ۱۲۴ فٹ ہے یعنی درمیانی فاصلہ ۶۰ فٹ سے کہیں زیادہ ہے اس لیے آواز صاف اور بار بار سنائی دیتی ہے۔

گنبد کی اندرونی گولائی ۵۵۰ فٹ ہے۔ گنبد کی دیوار دس فٹ موٹی ہے۔ اتنے بڑے گنبد کا دیواروں پر قائم کرنا واقعی فنِ تعمیر کا کمال ہے۔ اتنا شاندار، عظیم اور عجیب و غریب گنبد دنیا میں کہیں اور نہیں پایا جاتا۔

معنی و اشارات

کارِ گری، ہنرمندی	-	صناعی	Matchless	-	بے مثال	بے نظیر
Craftmanship	-	گل کاری	Tourist	-	سیر کرنے والا	سیاح
پھولوں کی سجاوٹ	-	ہمسری	Luxury	-	راحت، آرام	آسائش
Flower painting	-	سنائے میں رہ جانا	Cradle	-	جھولا	گہوارہ
Similarity of status	-	ہشت پہلو	Excel	-	کسی سے آگے بڑھ جانا	سبق لے جانا
تعب یا خوف سے خاموش رہ جانا	-		Tomb	-	قبر، مزار	مقبرہ
Awestruck	-					
Octagon	-					

صدائے بازگشت - وہ آواز جو پہاڑ یا گنبد سے ٹکرا کر
واپس آتی ہے
Echo

چوبی جنگلا - لکڑی سے بنا ہوا گھیرا
Wooden railing
ہیبت طاری ہونا - ڈرلگنا
Petrify

مشق

سبق میں ابراہیم روضہ اور گول گنبد کی تعریف میں جو
الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان کو ذیل میں لکھیے۔

گول گنبد	ابراہیم روضہ
۱۔	
۲۔	
۳۔	
۴۔	
۵۔	

سبق کی روشنی میں ویب خاکہ مکمل کیجیے۔

..... - رعایا	عادل شاہی دور میں
..... - شاہی خزانے	
..... - دکن	

صدائے بازگشت کی وضاحت کیجیے۔
گول گنبد کو 'بولی گنبد' کہنے کی وجہ بتائیے۔
گول گنبد عجیب و غریب عمارت ہے۔ وجہ لکھیے۔
گنبد کی گیلری میں پہنچنے پر ہونے والے احساسات بیان
کیجیے۔

جملوں میں استعمال کیجیے۔

قابل دید، سبقت لے جانا، ہمسری کرنا،
ہیبت طاری ہونا، سنالے میں رہ جانا

مقام کے سامنے مشہور عمارت کا نام لکھیے۔

آگرہ - دہلی -
دکن - اورنگ آباد -
بیجاپور - حیدر آباد -

جوڑیاں لگائیے۔

ستون 'ب'	ستون 'الف'
بی بی کا مقبرہ تاج محل گول گنبد ابراہیم روضہ	شاہ جہاں محمد عادل شاہ ابراہیم عادل شاہ ثانی اعظم شاہ

'گول گنبد' سے متعلق ہر لفظ کے آگے اس کی خصوصیت
لکھیے۔

گنبد - عمارت -
بلندی - مینار -
زینہ - گیلری -
صحن - چوبی جنگلا -

گول گنبد کے مینار کی پانچ خوبیاں لکھیے۔

ہندوستان میں بعض عمارتیں ایسی ہیں جو 'بے نظیر' ہیں۔
خط کشیدہ لفظ 'مربک' لفظ ہے۔ بے + نظیر۔ 'بے' سابقہ
ہے۔

'بے' سابقہ کی مدد سے چار نئے الفاظ بنائیے۔

دیے ہوئے مرکب الفاظ کو الگ الگ کر کے لکھیے۔

خوبصورت شاندار دلکش

اسم کی قسمیں

ذیل کے لفظوں (اسموں) کو توجہ سے پڑھیے۔
طالب علم، بھائی، بہن، والد، کھلاڑی، جادوگر (شخص)
ہاکی، چائے، بال، تاج (چیز)
ملک، کالج، بازار، دکان، میدان (مقام)
ان اسموں سے خاص شخص، خاص چیز، خاص مقام کی پہچان
نہیں ہوتی۔ ایسے اسموں کو 'اسم عام' (Common noun) کہتے ہیں۔

اب ذیل کے لفظوں (اسموں) کو پڑھیے۔
دھیان چند، محمد شاہد، آغا خان، ظفر اقبال، پروین (شخص)
کوہ نور، قرآن (چیزیں)
لکھنؤ، فرانس، ماسکو، سیول، کلش دوپ (مقام)
ان اسموں سے خاص شخص، خاص چیز، خاص مقام کی پہچان
ہوتی ہے۔ ایسے اسموں کو 'اسم خاص' (Proper noun) کہتے ہیں۔

صفت

ان جملوں کے خط کشیدہ لفظوں کو توجہ سے پڑھیے۔
۱۔ گول گنبد دکن کی عجیب و غریب عمارت ہے۔
۲۔ یہ شاہی دور کی ایک بے مثال یادگار ہے۔
۳۔ عادل شاہ نے ایک خوبصورت اور شاندار مقبرہ بنوایا تھا۔
آپ جانتے ہیں کہ ان جملوں میں گنبد، عمارت، دور، یادگار، مقبرہ اسم ہیں۔ ان اسموں سے پہلے جو خط کشیدہ الفاظ آئے ہیں، وہ اسموں کی خصوصیات بیان کرتے ہیں۔ اسم کی خصوصیت بتانے والے الفاظ 'صفت' کہلاتے ہیں۔

❖ ذیل کے جملوں میں صفت کے لفظوں کو خط کشیدہ کیجیے۔

- ۱۔ اس کے مینارے بڑے نازک اور خوشنما ہیں۔
- ۲۔ دیواروں میں پتھر کی نازک جالیاں ہیں۔
- ۳۔ اس نے ایک بلند ٹیلے کا انتخاب کیا۔

ضمیر/ضمیر شخصی

آپ پڑھ چکے ہیں کہ اسم کے بدلے استعمال کیے جانے والے الفاظ **ضمیر** کہلاتے ہیں۔ اس کی مثال دیکھیے۔
عادل شاہ دکن کا مشہور بادشاہ تھا۔
عادل شاہ انصاف پسند بادشاہ تھا۔
عادل شاہ ایک خوبصورت عمارت تعمیر کروانا چاہتا تھا۔
ان جملوں میں 'عادل شاہ' کا نام بار بار آ رہا ہے۔ یہ تکرار جملوں میں بھلی نہیں معلوم ہوتی اس لیے دوسرے جملے یوں ہونے چاہئیں:

وہ انصاف پسند بادشاہ تھا۔
وہ ایک خوبصورت عمارت تعمیر کروانا چاہتا تھا۔
ان جملوں میں اسم عادل شاہ کے بدلے لفظ 'وہ' استعمال کیا گیا۔ اسم کے بدلے استعمال کیے جانے والے لفظ کو 'ضمیر' کہتے ہیں۔ آپ نے یہ الفاظ بھی ضرور پڑھے ہیں: میں، ہم، تو، تم، آپ۔ یہ الفاظ بھی ضمیریں ہیں۔ انہیں **ضمیر شخصی** کہا جاتا ہے۔

❖ ذیل کی خالی جگہوں میں مناسب 'ضمیر شخصی' استعمال کیجیے۔

- ۱۔ اونچا سنتے تھے۔
- ۲۔ کیا بتا سکتے ہیں اتنا بڑا دانہ کہاں پیدا ہوا تھا؟
- ۳۔ گیند کی تلاش کر رہا ہوں۔
- ۴۔ اس نے پوچھا کہاں جارہے ہو؟
- ۵۔ اس نے پوچھا کہاں جارہے ہیں؟

غم و غصے کو اپنے سینے میں دبالیں
اس آئندہ دکھ درد سے دل کو بچاتا ہے
جو ظاہر کر دینے سے دوسروں کے دلوں کو
محسوس ہوتا ہے۔

۵۔ میرا بیٹا میرا بینک

ڈاکٹر شہاب الدین پٹھان

پہلی بات :

آپ بیٹی ایک نثری صنف ہے۔ اسے خودنوشت بھی کہتے ہیں۔ اس میں مصنف اپنی زندگی کے قابل ذکر واقعات کو دلچسپ انداز میں پیش کرتا ہے۔ آپ بیٹی میں زندگی کے حقائق دیانت داری کے ساتھ بیان کیے جاتے ہیں۔ آپ بیٹی لکھتے وقت بعض مصنفین فکشن یا کہانی کا اسلوب اپناتے ہیں تو بعض لوگ سیدھی سپاٹ نثر میں اسے پیش کر دیتے ہیں۔ اردو کے نثری ادب میں کئی آپ بیتیاں مشہور ہوئیں مثلاً جعفر تھانیسری کی ’کالا پانی‘، خواجہ حسن نظامی کی ’آپ بیٹی‘، ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری کی ’گردِ راہ‘، جوش کی یادوں کی برات، سید ابوالحسن علی ندوی کی ’کاروانِ زندگی‘، اختر الایمان کی ’اس آباد خرابے میں‘ اور وزیر آغا کی ’شام کی منڈیر سے‘ وغیرہ۔ اردو میں ’سوانح نگاری‘ بھی ایک صنف ہے اور ’خودنوشت‘ سے ملتی جلتی ہے مگر فرق یہ ہے کہ دوسروں کے احوال زندگی جس کتاب میں لکھے جاتے ہیں وہ سوانح نگاری کے ذیل میں آتی ہے اور مصنف خود اپنے حالات زندگی جس کتاب میں بیان کرتا ہے وہ خودنوشت یا آپ بیٹی کہلاتی ہے۔ ذیل کا سبق ڈاکٹر شہاب الدین نور محمد پٹھان کی آپ بیٹی ’ضرب سنگ تراش‘ سے لی گئی ہے۔

جان پہچان :

ڈاکٹر شہاب الدین نور محمد پٹھان یکم مئی ۱۹۴۹ء کو پمپری جلسین، ضلع احمد نگر کے ایک غریب خاندان میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام نور محمد تھا۔ انھوں نے نہایت غربت کی حالت میں اپنی تعلیم جاری رکھی۔ اپنے شوق میں وہ یکے بعد دیگرے تعلیم کے مدارج طے کرتے گئے جس کی بدولت انھیں ملازمت بھی ملی اور اپنی تعلیمی قابلیت کی وجہ سے وہ راسٹر سنت ٹکڑو جی مہاراج ناگپور یونیورسٹی کے وائس چانسلر بھی بنے۔ اتنے بڑے عہدے پر پہنچنے کے لیے نہ ان کی غربتی رکاوٹ بنی نہ ان کی دیہی زندگی آڑے آئی۔ وہ دنیا بھر کے کئی اداروں سے بھی وابستہ رہے۔ انھوں نے علم نباتات پر مرٹھی اور انگریزی میں کئی نصابی کتابیں لکھی ہیں۔

اس زمانے میں ہم کاڑے کے باڑے میں کرائے کے ایک مکان میں رہا کرتے تھے۔ کاڑے کے بہت سے گھر تھے۔ ان لوگوں نے اپنے کھیتوں ہی میں پکے مکانات تعمیر کر لیے تھے اور وہیں جا کر رہنے لگے تھے۔ لوگ اسے کاڑے کی بستی کے نام سے پکارتے تھے۔ کاڑے صاحب کے چار حصوں والے گھر میں ہم رہا کرتے تھے۔ وہ باڑا بہت پرانا اور بوسیدہ ہو گیا تھا۔ جس گھر میں ہم رہتے تھے، اس کے پچھلے حصے کا ایک ٹکڑا گر گیا تھا۔ دیگر حصوں میں بھی مٹی گرتی رہتی تھی۔ والدہ کہتی تھیں کہ ایک دن بہت بڑا سانپ گھر میں نکل آیا۔ والدہ کی چیخ پکار پر لوگ جمع ہوئے اور سانپ کو مار ڈالا۔ ہمیں ایسے بوسیدہ اور پرانے مکان میں رہنے کی عادت ہو گئی تھی۔

ستارا کے زلزلے کے ڈر سے میں پچھلے آٹھ دنوں سے گاؤں میں ہی ٹھہرا ہوا تھا۔ دوپہر کا وقت تھا۔ میں گھر کے پچھلے حصے میں کروٹیں بدل رہا تھا۔ نیند آنکھ سے اوجھل ہو چکی تھی۔ اسی اثنا میں پڑوس میں رہنے والی نانو خالہ آگئیں۔ وہ میری والدہ کی ہم عمر تھیں۔ ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔ وہ روزانہ دوپہر میں والدہ کے ساتھ گپ شپ کرنے کے لیے آ جایا کرتی تھیں۔ گھر میں چاروں طرف دیکھ کر وہ کہنے لگیں، ”شاید شابا سو گیا ہے؟“ میری والدہ مجھے پیار سے ’شابا‘ کہا کرتی تھیں۔ مجھے سویا ہوا سمجھ کر وہ دونوں باتیں کرنے لگیں۔ میں نیند کا ڈھونگ کر کے ان کی باتیں سنتا رہا۔

نانو خالہ والدہ سے کہنے لگیں، ”تمہارے گھر کا حال مجھ سے دیکھا نہیں جاتا۔ بارش میں یہ کتنا ٹپکتا ہے! تم کہاں کہاں برتن

رکھ کر بارش کے پانی سے گھر کی حفاظت کرو گی؟ تمہیں اب نیا مکان بنوا لینا چاہیے۔ شابا کے ابو مستری ہیں، وہ دوسروں کے کتنے عمدہ گھر بناتے ہیں، تم اپنا گھر کب بنوا رہی ہو؟“

والدہ نے کہا، ہاں! میں نیا مکان ضرور بنواؤں گی۔“ یہ سن کر خالہ فوراً بولیں، ”سنو! نیا مکان تعمیر کرنے کے لیے کیا روپے نہیں لگتے؟ کیا تم نے اتنے روپے جمع کر رکھے ہیں؟“

اس پر والدہ نے کہا، ”ہاں ہیں میرے پاس روپے۔“ والدہ کی اس بات پر میں چونک پڑا۔ ستارا جانے کے لیے کرائے کی رقم نہیں تھی اسی لیے پچھلے آٹھ دنوں سے میں گھر میں بیٹھا ہوا تھا۔ ماں کہہ رہی تھی کہ ہاں! ہیں میرے پاس روپے۔ میں حیران تھا اسی لیے ان کی باتیں دھیان سے سننے لگا۔

نانو خالہ نے حیرت سے پوچھا، ”کتنے پیسے ہیں تمہارے پاس؟ اور تم نے وہ کہاں رکھ چھوڑے ہیں؟ اس سے پہلے تم نے مجھ سے تذکرہ کیوں نہیں کیا؟“ یہ سن کر والدہ نے نہایت سنجیدہ لہجے میں جواب دیا، ”میرے پاس روپے ہیں لیکن وہ بینک میں رکھے ہوئے ہیں۔“

یہ سن کر میں بھی چونک پڑا۔ میری نیند اڑ گئی۔ مجھ سے زیادہ حیرانی نانو خالہ کو ہوئی۔
”روپے بینک میں رکھے ہیں! ارے واہ! بھلا کتنے روپے؟ اور کون سے بینک میں رکھے ہیں؟“ نانو خالہ والدہ کا جواب سننے کے لیے بے چین تھیں۔

والدہ نے کہا، ”دیکھو نانو بائی! پیچھے جو میرا لڑکا سویا ہوا ہے نا، میں اسے پڑھا رہی ہوں۔ پڑھ لکھ کر بڑا ہوگا تو اسے نوکری ملے گی۔ نوکری ملنے پر اس کی تنخواہ میں سے پیسے لوں گی اور نیا مکان بنواؤں گی۔ اری دیوانی! میرا بیٹا ہی تو میری بینک کی بچت ہے۔“

والدہ کا جواب سن کر نانو خالہ چلی گئی تھیں۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس بات پر مجھے آج بھی حیرت ہوتی ہے کہ اس زمانے میں میری والدہ جو ان پڑھ تھیں، انہیں کیا پتا کہ بینک کیا چیز ہے؟ میں کالج کی تعلیم چھوڑ کر اپنا ہی نقصان کروں یہ تو بڑی نامناسب بات ہے۔ اب چاہے جو بھی ہو، مجھے کالج جانا چاہیے، پڑھائی کرنا چاہیے۔ مجھے اچھے نمبرات سے کامیاب ہو کر نوکری حاصل کرنا ہوگی اور والدہ کے لیے مکان بنوانا ہوگا۔ اس خیال سے میں روہانسا ہو گیا۔ میری نیند اڑ چکی تھی۔ کرائے کے پیسے نہیں ہیں تو کیا ہوا، میں پیدل ہی ستارا چلا جاؤں گا۔ میں نے ارادہ کر لیا کہ میں اب نہیں رُکوں گا۔ میں نے اپنی والدہ سے کہہ دیا کہ میں شام میں ستارا کے لیے روانہ ہو جاؤں گا۔ والدہ نے سمجھایا کہ ”رات میں کہاں ٹھہرو گے، اب صبح جانا۔“

میرے ایک دوست اشوک نے اپنی مزدوری کی رقم سے مجھے دس روپے دیے۔ اس رقم سے میں پونہ پہنچا۔ ہمارے گاؤں کے ایک پولس پوٹ راؤ کدم وہاں رہتے تھے۔ ان سے ہنس روپے لے کر سیدھا ستارا پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر پڑھائی میں مصروف ہو گیا۔ مجھے چین کہاں تھا؟ مجھ پر جب کبھی نیند کا غلبہ ہونے لگتا تو والدہ کے جملے میرے کانوں میں گونجنے لگتے، ”میرا بیٹا ہی میری بینک کی بچت ہے۔“

گزشتہ دنوں میں نے اپنی والدہ کے لیے مکان تعمیر کروایا۔ وہ انہیں بہت پسند آیا۔ میں خوش تھا کہ میری کوششوں سے والدہ کا خواب شرمندہ تعبیر ہوا۔ آج والدہ ہمارے درمیان نہیں ہیں۔ ہم اس گھر کو ماں کا گھر کہتے ہیں۔

معنی و اشارات

Tearful	رونے کے قریب	-	روہانسا	Decayed, old	پرانا	-	بوسیدہ
Sway supremacy	حملہ ہونا	-	غلبہ ہونا	Become invisible	غائب ہونا	-	اوجھل ہونا
Dream to become	خواب سچ ہونا	{	خواب شرمندہ	Light conversation	بات چیت	-	گپ شپ
true			تعبیر ہونا	Startle	غفلت سے ہوشیار ہونا	-	چونک پڑنا
					نیند نہ آنا	-	نیند اڑنا
				Have one's sleep broken			

مشق

- جملوں میں استعمال کیجیے۔
- 1- (ب) مصنف پیدل ہی ستارا چلا گیا۔
- 2- مصنف اشوک کے دس روپے میں پونہ پہنچا۔
- 3- مصنف پوٹ راؤ کدم کے بیس روپے میں ستارا پہنچ گیا۔
- درج ذیل فقروں کے لیے صرف ایک لفظ لکھیے۔
- 1- والد اور والدہ -
- 2- گھر کا آس پاس -
- 3- جو پڑھنا لکھنا نہ جانتا ہو -
- 4- رونے کے قریب ہو گیا -
- مصنف کے گھر کا حال بیان کیجیے۔
- ”میرا بیٹا ہی تو میری بینک کی بچت ہے۔“ اس جملے کی وضاحت کیجیے۔
- مصنف اچھے نمبرات سے کامیاب ہو کر نوکری حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس خیال کے بارے میں اپنی رائے لکھیے۔
- اس گھر کو ماں کا گھر کہتے ہیں۔ وجہ لکھیے۔
- غلط بیان کی نشاندہی کیجیے۔
- 1- (الف) نانو خالہ مصنف کی والدہ کی بہن تھیں۔
- 2- نانو خالہ مصنف کی والدہ کی ہم عمر تھیں۔
- 3- نانو خالہ مصنف کی پڑوسن تھیں۔

کسی انسان کی زندگی میں سب سے زیادہ اہم چیز
عمل کا جذبہ ہے۔
آدمی کے اندر عمل کا جذبہ پیدا ہو جائے تو اس کے اندر کی
سوئی ہوئی قوتیں بیدار ہو جاتی ہیں۔

۶۔ گیہوں کا دانہ

ٹالسٹائی

پہلی بات : آپ نے ابتدائی جماعتوں میں ایک کہانی پڑھی ہوگی؛ ایک کتے کو ہڈی ملی۔ وہ ہڈی منہ میں دبائے ایک چھوٹے پل پر سے گزر رہا تھا۔ اُس کی نظر پانی میں اپنی پرچھائیں پر پڑی۔ اُس نے دیکھا کہ پانی میں ایک اور کتا بھی ہڈی منہ میں دبائے جا رہا ہے۔ اُس کے دل میں لالچ پیدا ہوئی اور وہ اُس کی ہڈی چھیننے کے لیے بھونکنے لگا۔ اُس نے جوں ہی بھونکنے کے لیے منہ کھولا اُس کی ہڈی بھی پانی میں گر گئی۔ یاد رکھیے! جو دوسروں کے مال کی لالچ کرتے ہیں وہ اپنا مال بھی کھودیتے ہیں۔

ذیل کی کہانی میں یہی بتایا گیا ہے کہ جب تک انسان ایمانداری سے خود محنت کرتا تھا اُس کے اناج میں برکت ہوتی تھی۔ جب اُس کے دل میں لالچ پیدا ہوئی تو برکت بھی ختم ہو گئی۔

جان پہچان : ٹالسٹائی کا پورا نام لیونکولائی وچ ٹالسٹائی ہے۔ وہ ۱۸۲۸ء میں روس کے شہر پولیاننا میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے روسی زبان میں کہانیاں لکھ کر شہرت حاصل کی۔ ان کا ناول 'جنگ اور امن' دنیا بھر میں مشہور ہے۔ ٹالسٹائی نے مذہبی مضامین بھی لکھے ہیں۔ ۱۹۱۰ء میں ان کا انتقال ہوا۔

ایک دن چند بچوں کو کھیلتے ہوئے چٹان کے شگاف میں ایک دانہ ملا جو گیہوں کے دانے کی طرح تھا لیکن اس کی جسامت کبوتر کے انڈے کے برابر تھی۔ اسی اثنا میں ادھر سے ایک مسافر گزرا۔ اس نے بھی وہ دانہ دیکھا اور بچوں کو چار پیسے دے کر ان سے دانہ لے لیا۔ شہر پہنچ کر مسافر نے اس عجیب و غریب دانے کو بادشاہ کے ہاتھ اچھی قیمت میں فروخت کر دیا۔

بادشاہ نے اپنے عالموں اور پنڈتوں کو طلب کیا۔ اس نے انھیں دانہ دکھایا اور اس کی کیفیت دریافت کی۔ ان لوگوں نے بہت غور کیا۔ اپنی اپنی کتابوں کے ورق اُلٹے پلٹے مگر اس کے متعلق کچھ فیصلہ نہ کر سکے۔ بادشاہ نے اس دانے کو ایک کھڑکی پر رکھ دیا۔ ایک دن ایک مرغی نے اس میں ٹھونگ مار مار کر اسے کھدرا کر دیا۔ اس کے بعد اسے غور سے دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ اناج کا ایک دانہ ہے۔

عالموں اور پنڈتوں نے بادشاہ سے کہا، ”سرکار! یہ اناج کا دانہ ہے۔“ بادشاہ کو بہت حیرت ہوئی۔ اس نے ان سے کہا، ”اچھا، یہ دریافت کرو کہ دانہ کب اور کہاں پیدا ہوا؟“

عالموں نے پھر غور کیا، کتابیں دیکھیں لیکن اس دانے کے بارے میں کوئی بات معلوم نہ ہو سکی۔ ان لوگوں نے بادشاہ سے عرض کیا، ”اس دانے کے بارے میں ہم لوگ کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ہماری کتابوں میں اس کے متعلق کوئی ذکر نہیں۔ اگر کسانوں سے دریافت کیا جائے تو شاید کوئی بات معلوم ہو سکے۔ ممکن ہے کسی نے اپنے باپ دادا سے سنا ہو کہ اتنا بڑا دانہ کب اور کہاں پیدا ہوا تھا۔“

بادشاہ نے حکم دیا کہ کسی بوڑھے کسان کو دربار میں حاضر کیا جائے۔ کارندے ایک بہت بوڑھے کسان کو ڈھونڈ کر لائے۔ کسان کی کمر جھکی ہوئی تھی، چہرے پر مُردنی چھائی تھی، منہ میں ایک بھی دانت نہ تھا۔ دونوں ہاتھوں سے لکڑیاں ٹٹکتے ٹٹکتے وہ جیسے تیسے بادشاہ کے سامنے حاضر ہوا۔

بادشاہ نے دانہ اُسے دکھایا۔ بڑی مشکل سے اس نے دیکھا، ہاتھوں میں لے کر ٹٹولا۔ اس کے بعد بادشاہ نے دریافت کیا، ”بڑے میاں! کیا تم بتا سکتے ہو کہ اتنا بڑا دانہ کہاں پیدا ہوا تھا؟ کیا تم نے کبھی ایسے دانے خریدے ہیں یا کبھی اپنے کھیت میں بوئے ہیں؟“

بوڑھا قریب قریب بہرا تھا۔ بادشاہ کی ایک بات بھی اس نے نہ سنی۔ بہت مشکل سے بادشاہ کا مطلب اس کو سمجھایا گیا۔ اس نے جواب دیا، ”نہیں حضور۔ میں نے اپنے کھیت میں اتنا بڑا دانہ کبھی نہیں بویا اور نہ کبھی خریدنے کا اتفاق ہوا۔ آپ میرے والد سے دریافت فرمائیں، شاید انھیں کچھ حال معلوم ہو۔“

بادشاہ نے اس کسان کے باپ کو بلوایا۔ کارندے اسے تلاش کر کے لائے۔ وہ ایک لکڑی کے سہارے چلتا تھا۔ بادشاہ نے وہ دانہ اسے بھی دکھایا۔ اس کی آنکھیں اب تک کام کرتی تھیں۔ اس نے دانے کو اچھی طرح الٹ پلٹ کر دیکھا۔ بادشاہ نے دریافت کیا، ”بڑے میاں! کیا تم بتا سکتے ہو کہ یہ دانہ کہاں پیدا ہوا ہوگا؟ کیا تم نے کبھی ایسے دانے اپنے کھیت میں بوئے یا خریدے ہیں؟“

اگرچہ بوڑھا کسی قدر اونچا سنتا تھا مگر اپنے بیٹے کے مقابلے میں وہ بہت آسانی سے بادشاہ کا مطلب سمجھ گیا۔ اس نے جواب دیا، ”نہیں سرکار! میں نے اپنے کھیتوں میں اتنا بڑا دانہ کبھی نہیں بویا۔ رہی خریدنے کی بات سوا سے خریدنے کی نوبت بھی کبھی نہیں آئی کیونکہ میرے زمانے میں روپے پیسے کا رواج نہ تھا۔ کسی کو جب کسی چیز کی ضرورت ہوتی بھی تو وہ دوسری چیزوں سے اس کا تبادلہ کر لیتا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ دانہ کہاں پیدا ہوا ہوگا۔ میرے زمانے کا اناج آج کل کے اناج سے بڑا ہوتا تھا اور اس میں غذائیت بھی زیادہ ہوتی تھی لیکن اتنا بڑا دانہ میں نے نہیں دیکھا۔ ہاں میں نے اپنے باپ سے سنا تھا کہ ان کے زمانے میں اناج کا دانہ بہت بڑا ہوتا تھا اور اس میں آٹا بھی بہت زیادہ ہوتا تھا۔ مناسب ہوگا کہ آپ انھی سے دریافت کریں۔ شاید ان سے اس کی کیفیت معلوم ہو جائے۔“

بادشاہ نے اس کے باپ کو بھی بلایا۔ وہ بھی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ کسی سہارے کے بغیر بادشاہ کے سامنے پہنچا۔ اس کی بینائی ٹھیک تھی اور وہ اچھی طرح سن بھی سکتا تھا۔ آواز صاف تھی۔ بادشاہ نے اس کو وہ دانہ دکھایا۔ بوڑھے نے اس دانے کو بڑے غور سے الٹ پلٹ کر دیکھا۔ پھر کہا، ”بہت دنوں کے بعد آج میں نے ایسا خوب صورت دانہ دیکھا ہے۔“ اتنا کہہ کر اس نے دانے کا ایک ٹکڑا توڑا اور کہا، ”ہاں، بالکل ویسا ہی ہے۔“

بادشاہ نے دریافت کیا، ”بڑے میاں! ذرا بتاؤ، یہ دانہ کہاں اور کس زمانے میں پیدا ہوتا تھا؟ کیا تم نے ایسے دانے کبھی خریدے یا اپنے کھیت میں بوئے ہیں؟“

بوڑھے نے جواب دیا، ”حضور! میرے زمانے میں ہر جگہ اسی قسم کا اناج پیدا ہوتا تھا۔ میری پرورش اسی اناج پر ہوئی ہے۔ سب لوگ یہی اناج کھاتے تھے۔ یہی ہم بوتے اور کاٹتے تھے۔“

بادشاہ نے پوچھا، ”بڑے میاں! یہ کہو کہ تم اناج خریدتے بھی تھے یا اپنے ہی کھیتوں میں پیدا کرتے تھے؟“

بوڑھے نے جواب دیا، ”حضور! میرے زمانے میں اناج کو بیچنے یا خریدنے کی غلطی کوئی نہیں کرتا تھا۔ ہر شخص اپنے لیے افراط سے غلہ پیدا کر لیتا تھا۔“

بادشاہ نے کہا، ”بڑے میاں! میری دو باتوں کا جواب دو۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس زمانے میں زمین سے بڑے دانے

کیوں پیدا ہوتے تھے؟ اب اتنے بڑے دانے کیوں پیدا نہیں ہوتے؟ دوسری بات یہ کہ تمہارا پوتا دو لکڑیوں کے سہارے چلتا ہے اور تمہارا بیٹا ایک لکڑی کے سہارے لیکن تم کسی سہارے کے بغیر چلتے ہو۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ تمہاری بینائی بھی قائم ہے۔ دانت بھی مضبوط ہیں۔ آواز بھی صاف ہے۔ ایسا کیوں ہے؟“

بوڑھے نے جواب دیا، ”وجہ یہ ہے کہ انسان نے خود کام کرنا چھوڑ دیا ہے۔ اس نے دوسروں کی محنت کے سہارے زندگی بسر کرنا شروع کر دیا ہے۔ پرانے زمانے میں تو لوگ خدا کے احکام کی پیروی کرتے ہوئے جو کچھ پیدا کرتے تھے، اسی پر قناعت کرتے تھے۔ انھیں دوسروں کی پیداوار کا لالچ نہیں تھا۔“

معنی و اشارات

During, meanwhile	- دوران	اشا	Rough	- کھردرا
	- باری، حالت، فرصت	نوبت	Crack	- دراڑ
Occasion, period, opportunity			Abundance	- کثرت
Foster	- پالنا، تعلیم و تربیت	پرورش	Eyesight	- دیکھنے کی قوت
	- کسی شے میں غذا کا عنصر پایا جانا	غذائیت	Workers	- کام کرنے والے
Nutrition				- تھوڑی سی چیز پر راضی اور خوش رہنا، صبر
Beak, bill	- چوچ	ٹھونگ	Contentment	

مشق

- سبق کے تینوں بوڑھوں کی جسمانی کیفیت کا موازنہ ● ذیل کے جملے میں علاماتِ اوقاف لگائیے۔
- کر کے لکھیے۔ ● عالموں اور پنڈتوں نے بادشاہ سے کہا سرکار یہ اناج کا دانہ ہے
- تیسرے بڑے میاں کے زمانے میں سرزد نہ ہونے والی غلطیوں کو لکھیے۔ ● گہوؤں کے دانے کے سفر کو ترتیب سے لگائیے۔
- بادشاہ کے ذریعے تینوں بوڑھوں سے پوچھے ہوئے سوال تحریر کیجیے۔ ● ۱۔ بادشاہ کے پاس
- پہلے بڑے میاں کا آخری بڑے میاں سے رشتہ بتائیے۔ ● ۲۔ بچوں کے پاس
- آخری بڑے میاں کی اچھی صحت کی وجہ لکھیے۔ ● ۳۔ عالموں پنڈتوں کے پاس
- بادشاہ کے پنڈتوں اور عالموں کو بلوانے کا سبب لکھیے۔ ● ۴۔ بڑے میاں کے پاس
- سبق سے ذیل کے الفاظ کی واحد/جمع تلاش کر کے لکھیے۔ ● اوراق، احکام، ٹکڑا، کارندہ
- ذیل کے ہم معنی الفاظ سبق سے تلاش کر کے لکھیے۔ ● ۱۔ حالت ۲۔ دوران
- ۳۔ بصارت ۴۔ موقع

جملہ : مبتدا اور خبر

اسے 'سادہ جملہ' کہتے ہیں۔

ذیل کے جملوں کو مبتدا اور خبر میں الگ کیجیے۔

- ۱۔ بادشاہ نے دانہ اسے دکھایا۔
- ۲۔ بوڑھا قریب قریب بہرا تھا۔
- ۳۔ میری پرورش اسی اناج پر ہوئی ہے۔



اعراب

آپ حروفِ علت (vowels) کے بارے میں جانتے ہیں۔

ذیل کی آوازیں ادا کیجیے۔

آ - اے - او - ای

آپ نے کیا محسوس کیا؟ یہی کہ یہ آوازیں کسی قدر طویل یعنی لمبی ہیں جیسے:

آگرہ میں آ کتاب میں تا
خزانے میں نے بے مثال میں بے
کوئی میں کو کہو میں ہو
نمونہ میں مو صورت میں صو
دہلی میں لی دید میں دی
اب ان الفاظ کی آوازوں پر توجہ دیجیے۔

آب میں اَ اِن میں اِ اُدھر میں اُ
رَس میں رَس دِن میں دِ صُبح میں صُ

ا، ر، داور ص میں جو علامات لگائی گئی ہیں وہ آ، او، ای کے مقابلے میں مختصر ہیں۔ طویل آوازوں کو ا، و، ی/ے سے لکھا جاتا ہے جبکہ مختصر آوازوں کے لیے اُردو میں کچھ عربی علامات استعمال کی جاتی ہیں۔ ان علامتوں کو زبر، زیر اور پیش کہتے ہیں جنہیں اوپر کی پہلی، دوسری اور تیسری مثالوں میں ظاہر کیا گیا ہے یعنی ———۔ ان علامتوں کو اعراب کہتے ہیں۔

ذیل کے لفظوں پر اعراب لگائیے۔

گنبد، عمارت، مثال، گل، اترتے، اداس

ذیل کی سطریں غور سے پڑھیے:

- ۱۔ کھڑکی اس پر بادشاہ رکھ دیا دانے نے کو
- ۲۔ حیرت کو بہت ہوئی بادشاہ
- ۳۔ حاضر سامنے بادشاہ ہوا کے

ہم دیکھتے ہیں کہ تین سطروں میں یہ مختلف الفاظ لکھے گئے ہیں۔ انہیں پڑھنے پر کوئی مکمل بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اب انہی لفظوں کو ذیل کی سطروں میں پڑھیے۔

- ۱۔ بادشاہ نے اس دانے کو کھڑکی پر رکھ دیا۔
- ۲۔ بادشاہ کو بہت حیرت ہوئی۔
- ۳۔ بادشاہ کے سامنے حاضر ہوا۔

پہلی مثالوں میں آنے والے الفاظ دوسری مثالوں میں ایک خاص ترتیب سے آئے ہیں اس لیے اب انہیں پڑھ کر ہر سطر سے ایک پوری بات ہمیں معلوم ہوتی ہے۔
الفاظ کا ایسا مجموعہ جسے پڑھنے سے بات سمجھ میں آتی ہے، اسے 'جملہ' کہتے ہیں۔

ذیل کے خانے میں دوسری مثالوں کے جملے پھر لکھے جارہے ہیں۔ ان پر توجہ دیجیے۔

بادشاہ نے	اس دانے کو کھڑکی پر رکھ دیا
بادشاہ کو	بہت حیرت ہوئی
بادشاہ کے سامنے	حاضر ہوا
مبتدا	خبر
سادہ جملہ	

ہر جملہ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا ہے۔ اس طرح جملے کے دو حصوں میں سے پہلے حصے سے جملہ شروع ہو رہا ہے اور دوسرے میں پہلے حصے کے بارے میں کوئی بات بتائی جا رہی ہے۔ جب جملہ ایسے دو حصوں میں تقسیم ہو جائے تو پہلے حصے کو 'مبتدا' اور دوسرے حصے کو 'خبر' کہتے ہیں۔

اوپر کے ہر جملے میں ایک مبتدا اور ایک ہی خبر ہے۔ اس لیے

۷۔ ہاکی کا ایک اور جادوگر

احمد اقبال

پہلی بات :

کھیل کود ہماری زندگی کا حصہ اور تفریح کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ بے شمار لوگوں نے اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کا مظاہرہ کر کے اس میدان میں نام کمایا۔ ہمارے ہاں کھیلوں میں کرکٹ کو سب سے زیادہ مقبولیت حاصل ہے اسی لیے اس کے کئی کھلاڑی بہت مشہور ہیں۔ ہاکی ہمارا قومی کھیل ہے۔ میجر دھیان چند کے بعد جدید ہاکی کے کھیل میں ایک اور شخصیت ہمارے ملک میں ہو گزری ہے جن کا گزشتہ دنوں انتقال ہوا۔ یہ سبق جدید ہاکی کے اسی جادوگر محمد شاہد کے بارے میں معلومات فراہم کرتا ہے۔

جان پہچان :

احمد اقبال ۵ نومبر ۱۹۴۰ء کو اورنگ آباد میں پیدا ہوئے۔ وہ تقریباً ۳۵ برسوں تک درس و تدریس سے وابستہ رہے۔ ان کے خاکوں کے دو مجموعے 'میرا شہر میرے لوگ' حصہ اول و حصہ دوم شائع ہو چکے ہیں۔ انھوں نے قمر اقبال کا مجموعہ کلام مرتب کیا۔ بچوں کے لیے کہانیاں اور مضامین بھی لکھے جو مقامی اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ آکاش وانی اورنگ آباد سے بچوں کا پروگرام کھلتی کلیاں بھی پیش کرتے رہے۔

آج کل کرکٹ کا بڑا چرچا ہے۔ جسے دیکھو بس کرکٹ ہی کی بات کرتا ہے۔ لیکن ایک اور کھیل ہاکی بھی ہے جسے ہمارے ملک میں قومی کھیل کا درجہ حاصل ہے۔

میجر دھیان چند کو ہاکی کا جادوگر کہا جاتا ہے۔ ان کے بارے میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ انھیں ملک کے بڑے بڑے اعزازات جیسے پدم بھوشن، راجیو گاندھی کھیل رتن، ارجن ایوارڈ اور راشٹریہ درونا چاریہ پرسکار سے نوازا گیا ہے۔

آج ہم آپ کو ہاکی کے دوسرے جادوگر محمد شاہد کے بارے میں بتاتے ہیں۔ وہ لکھنؤ کے اسپورٹس کالج کے طالب علم تھے۔ چھ بھائیوں اور تین بہنوں میں وہ سب سے چھوٹے تھے۔ ان کے والد بنارس کے اردلی بازار میں چائے کی ایک چھوٹی سی دکان چلاتے تھے۔ یوں تو محمد شاہد نے بچپن ہی سے ہاکی کھیلنا شروع کر دیا تھا۔ کھیل سے ان کا لگاؤ اور آغا خان کپ ٹورنمنٹ میں ان کی بہترین کارکردگی کو دیکھتے ہوئے انھیں ۱۹۷۹ء میں قومی ہاکی ٹیم میں شامل کر لیا گیا۔ اس وقت ان کی عمر محض انیس برس تھی۔ قومی ہاکی ٹیم میں شامل ہونے کے فوری بعد انھیں فرانس کے مقابل جو نیئر ورلڈ کپ میں اپنی بہترین صلاحیتیں دکھانے کا موقع ملا۔ اس کے بعد ۱۹۸۰ء میں کیپٹن واسودیون کی قیادت میں سینئر ٹیم میں شمولیت کے بعد کوالا لپور میں چار ملکوں کے درمیان ہونے والے ٹورنمنٹ میں ان کی مخفی صلاحیتیں ابھر کر سامنے آئیں۔ یہیں سے ان میں زبردست جوش، اُمنگ اور حوصلہ پیدا ہوا۔ وہ مسلسل تین اولمپک کھیلوں میں ہندوستانی ہاکی ٹیم کے سرگرم رکن رہے۔

محمد شاہد کے کھیل میں دن بہ دن نکھار آتا گیا۔ ان کے شائقین کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ جس نے بھی انھیں کھیلتے ہوئے دیکھا ان کی صلاحیتوں کا قائل ہو گیا۔ ٹیم میں ان کی شمولیت سے جیت کا امکان بڑھ جاتا تھا۔ وہ ہاکی اسٹک سے بال کو اتنی مہارت اور تیزی اور کبھی کبھی آہستگی سے ہٹ لگاتے کہ دیکھنے والا سمجھ ہی نہیں پاتا کہ وہ آخر بال کو کس طرف لے جانا چاہتے ہیں۔ میدان پر ان کی تیز رفتاری، ہاف پش، ہاف ہٹ، چکمہ دینے (ڈربلنگ) کی تکنیک کے فن میں ان کی برابری کرنے والا کوئی دوسرا کھلاڑی نظر نہیں آتا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ تکنیک ان ہی کی ایجاد کردہ ہے۔

خیال رہے کہ تقریباً سو سال کی ہاکی کی تاریخ میں محمد شاہد سے بڑا اس فن کا چکمہ باز نہیں ہوا۔ کئی کھلاڑیوں نے اس کو اپنانے کی کوشش بھی کی۔ البتہ ایک کھلاڑی دھن راج پلے جو محمد شاہد کے زبردست مداح اور بعد میں ٹیم کے کپتان بھی بنے، اس تکنیک کو اپنانے میں کامیاب ہوئے تھے۔

محمد شاہد بڑی تیزی سے قومی ہاکی ٹیم میں ترقی کی منازل طے کرتے گئے۔ ۱۹۸۰ء میں ماسکو میں ہونے والے اولمپک کھیلوں میں گولڈ میڈل جیتنے والی ہاکی ٹیم کے کپتان اور ڈربلنگ کے بے تاج بادشاہ کے طور پر آج بھی وہ عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ ۱۹۸۲ء میں دہلی میں ہونے والے ایشین کھیلوں کے موقع پر انھیں ایک اور ہونہار کھلاڑی ظفر اقبال کا ساتھ ملا تھا۔ پوری ٹیم کی مجموعی کارکردگی اور ان دونوں کھلاڑیوں کے کھیل کا شاندار مظاہرہ دیکھ کر ساری دنیا نے اس جوڑی کا لوہا مان لیا۔

۱۹۸۰ء میں کراچی میں کھیلی گئی چیمپئن شپ میں انھیں 'بہترین فارورڈ کھلاڑی' قرار دیا گیا۔ ان کی قیادت میں ۱۹۸۲ء کے ایشین کھیلوں میں ٹیم کو سلور میڈل اور ۱۹۸۶ء میں برازیل میڈل ملا تھا۔ انھیں ایشین آل اسٹار ٹیم میں جگہ بھی ملی تھی۔ ۸۲-۱۹۸۱ء میں ممبئی میں منعقدہ ورلڈ کپ کے ساتھ ساتھ لاس اینجلس اولمپکس اور سیول ایشین کھیلوں میں بھی ان کی کارکردگی عمدہ رہی تھی۔

محمد شاہد کی آل راؤنڈ خدمات کے پیش نظر حکومت نے انھیں کئی اعزازات سے نوازا جن میں ارجن ایوارڈ اور پدم بھوشن شامل ہیں۔ انھیں ریل کے محکمے میں اسپورٹس آفیسر کے طور پر ملازمت دی گئی۔

۱۹۹۰ء میں پروین بیگم سے محمد شاہد کی شادی ہوئی۔ ان کے دو جڑواں بچے سیف اور خیام ہیں۔ محمد شاہد کا انتقال ۲۰ جولائی ۲۰۱۶ء کو ہوا۔

مشق

محمد شاہد کو قومی ہاکی ٹیم میں شامل کرنے کی وجوہات لکھیے۔

دھن راج پلے کے متعلق مصنف کے خیالات لکھیے۔

محمد شاہد اور ظفر اقبال کے بارے میں پیش کی گئی معلومات لکھیے۔

ویب خاکہ مکمل کیجیے۔

ہاکی کھلاڑی محمد شاہد نے سلسلہ وار ان مقابلوں میں حصہ لیا۔

محمد شاہد کے کھیل کی خصوصیات لکھیے۔

اولمپک کھیلوں میں محمد شاہد کی شمولیت کے بارے میں لکھیے۔

مناسب الفاظ سے خالی جگہ پُر کیجیے۔

۱۔ جدید ہاکی کا جادوگر..... کو کہا جاتا ہے۔

(دھیان چند، محمد شاہد، دھن راج پلے)

۲۔ ماسکو میں ہونے والے اولمپک کھیلوں میں گولڈ میڈل جیتنے والی ٹیم کے کپتان تھے۔
(ظفر اقبال، محمد شاہد، واسودیون)

✽ محمد شاہد کی نجی زندگی کے بارے میں لکھیے۔
✽ ہاکی کھیل اور کھلاڑیوں کی اصطلاحات لکھیے۔

۲۔ جونیر ورلڈ کپ میں کے مقابل محمد شاہد کو اپنی صلاحیتیں دکھانے کا موقع ملا۔

(جرمنی، فرانس، پاکستان)

۳۔ ۱۹۸۲ء ایشین کھیلوں کے موقع پر محمد شاہد کو کا ساتھ ملا۔
(دھن راج پلے، کیپٹن واسودیون، ظفر اقبال)

قواعد

اجزائے کلام

الفاظ کی دوسری مثالوں کو 'صفت' کہتے ہیں۔ یعنی کسی شخص، چیز، جگہ وغیرہ کی خصوصیت۔
الفاظ کی تیسری مثالوں کو 'ضمیر' کہتے ہیں۔ یعنی کسی شخص، چیز، جگہ وغیرہ کے بدلے آنے والا لفظ۔
الفاظ کی چوتھی مثالوں کو 'فعل' کہتے ہیں۔ یعنی کسی شخص، چیز، جگہ وغیرہ کا کام۔
اور الفاظ کی پانچویں مثالوں کو 'متعلق فعل' کہتے ہیں۔ یعنی کسی کام کی خصوصیت۔

اس طرح جملے میں آنے والے تمام الفاظ کو اسم، صفت، ضمیر، فعل، متعلق فعل وغیرہ کے نام دیے جاتے ہیں۔ کسی چیز، کام اور ان کی خصوصیات بتانے والے یہ الفاظ 'اجزائے کلام' (Parts of speech) کہلاتے ہیں۔

✽ نیچے دیے ہوئے خانوں میں تین تین اسم لکھیے۔

شخص	چیز	جگہ
.....		

ان جملوں کو غور سے پڑھ کر خط کشیدہ لفظوں پر دھیان دیجیے۔
۱۔ چائے کی ایک چھوٹی سی دکان چلاتے تھے۔
۲۔ وہ لکھنؤ کالج کے طالب علم تھے۔
۳۔ ان کی مخفی صلاحیتیں ابھر کر سامنے آئیں۔
۴۔ محمد شاہد نے تیزی سے ترقی کی۔
۵۔ وہ بڑی آہستگی سے ہٹ لگاتے۔
خط کشیدہ لفظوں کی ترتیب یہ ہے:

۱۔ چائے، دکان، لکھنؤ، کالج، طالب علم، صلاحیتیں، محمد شاہد، ترقی، ہٹ
۲۔ چھوٹی سی، مخفی
۳۔ وہ، ان
۴۔ چلاتے تھے۔ آئیں، کی، لگاتے
۵۔ تیزی سے، آہستگی سے
الفاظ کی پہلی مثالوں کو 'اسم' کہتے ہیں۔ یعنی کسی شخص، چیز، جگہ، وغیرہ کے نام۔

جواہر پارے

✽ وقت کو کارِ خیر میں صرف نہ کیا جائے تو وہ انسان کو کارِ شر میں مبتلا کر دیتا ہے۔
✽ بہترین یادداشت وہ ہے جس میں انسان اپنی نیکیاں اور دوسروں کی برائیاں بھول جاتا ہے۔

✽ جسم پانی سے پاکیزہ ہوتا ہے اور دل سچائی سے۔
✽ جسمانی اور ذہنی صحت پر خاموشی کا بہت اثر پڑتا ہے۔
انسان اپنے اندر جتنی قوتیں جمع کرتا ہے ان میں سے بہت سی قوتیں بولنے میں خرچ ہو جاتی ہیں۔
✽ 'اپنی مدد آپ' کامیابی کا سب سے بڑا اصول ہے۔

۸۔ پولیویشن حاضر ہو

عبدالرب کاردار

پہلی بات : ایک شخص ہاتھ میں چھڑی تھامے اسے فضا میں لہراتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ اچانک چھڑی ایک راہ گیر کی ناک سے ٹکرائی تو وہ آپے سے باہر ہو گیا اور اسے ڈانٹا۔ وہ شخص بجائے شرمندہ ہونے کے کہنے لگا، ”جناب! یہاں ہر شخص کو آزادی ہے کہ وہ اپنی چیزوں کو جس طرح چاہے استعمال کرے۔“ یہ سن کر راہ گیر نے کہا، ”تم سچ کہتے ہو مگر تمہاری آزادی وہاں ختم ہو جاتی ہے جہاں سے میری ناک شروع ہوتی ہے۔“ اس سے پتا چلا آزادی ہمیں یہ اجازت نہیں دیتی کہ ہم کسی کو تکلیف پہنچائیں۔ یہ جرم ہے۔ ہمارے سماج میں کئی لوگ دوسروں کو تکلیف پہنچاتے ہیں مگر قانون کی پکڑ میں نہیں آتے۔ پولیویشن (آلودگی) بھی ہمارے ملک کے لیے ایک خطرہ ہے۔ آلودگی بڑھانے والے اور اس کی روک تھام میں رکاوٹ بننے والے انسانیت کے مجرم ہیں۔ ذیل کا ڈراما اسی سماجی حقیقت کو پیش کرتا ہے۔

کردار	
۱۔ جج	۲۔ سرکاری وکیل
۳۔ کثافت میاں	۴۔ جمنا
۵۔ گنگا	۶۔ تاج محل
۷۔ اردلی	

(عدالت کا منظر)

اردلی : کثافت میاں ولد نجاست میاں حاضر ہو۔ (تین دفعہ آواز لگاتا ہے۔ کثافت میاں داخل ہوتے ہیں اور کٹہرے میں کھڑے ہو جاتے ہیں)

سرکاری وکیل : آپ کا نام؟

کثافت میاں : کثافت میاں عرف پولیویشن۔

سرکاری وکیل : والدہ کا نام؟

کثافت میاں : آلودگی خانم

سرکاری وکیل : کثافت میاں، آپ تو اسم با مسٹی ہیں۔ (جج سے مخاطب ہو کر) می لارڈ! اپنے نام کی مناسبت سے یہ ساری دنیا میں کثافت پھیلا رہے ہیں۔ یہ کام انھیں وراثت میں ملا ہے۔ کھیت کھلیان، زمین آسمان، ندیاں سمندر، جنگل اور پہاڑ کثافت میاں عرف پولیویشن نے ہر جگہ کو آلودہ کر رکھا ہے۔

کثافت میاں : حضور! اس میں میرا قصور کم ہے، آپ لوگ اس کے زیادہ ذمہ دار ہیں۔

سرکاری وکیل : می لارڈ! کثافت میاں خود کو قانون کے پھندے سے بچانے کے لیے دوسروں کو پھانسنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان کے جرائم کے کئی چشم دید گواہ ہیں۔ اجازت ہو تو انھیں عدالت میں پیش کیا جائے۔

جج : اجازت ہے۔

سرکاری وکیل : جمنادیوی کو پیش کیا جائے۔

اردلی : جمنادیوی بنت کوہ ہمالیہ حاضر ہو! (جمنادیوی داخل ہوتی ہیں اور کٹہرے میں کھڑی ہو جاتی ہیں)

سرکاری وکیل : محترمہ جمنادیوی! آپ کو کثافت میاں کے خلاف کچھ کہنا ہے؟

جمنادیوی : مجھے کچھ نہیں، بہت کچھ کہنا ہے اس مکار کے خلاف۔ یہ ڈھونگی ہے، فریبی ہے، قاتل ہے۔ نہ جانے کتنوں کی زندگیاں برباد کی ہیں اس نے۔

جج : محترمہ! یہاں جذبات نہیں چلتے، عدالت کو ثبوت درکار ہیں۔

جمنادیوی : جج صاحب! اس کے خلاف سیکڑوں ثبوت ہیں میرے پاس۔ سب سے بڑا ثبوت تو میں خود ہوں۔

جج : تم کیا کہنا چاہتی ہو؟

جمنادیوی : جج صاحب! آپ جانتے ہیں میرے والد کوہ ہمالیہ ہیں اور ماں کا نام گنگوتری ہے۔ قدرت نے مجھے لا جواب رنگ و روپ عطا کیا تھا۔ جنھوں نے ہمالیہ کے دامن میں میرا بچپن دیکھا ہے، وہ جانتے ہیں میں کس قدر صاف و شفاف اور خوب صورت ہوا کرتی تھی۔ لیکن آج دیکھیے کیا حالت ہو گئی ہے میری (رونے لگتی ہے) یہی حال میری بہن گنگا کا ہوا۔ نہ صرف میرے والد والدہ بلکہ اس پولیویشن نے ہمارے سارے خاندان کو تباہ و برباد کر ڈالا۔ کس قدر نقصان پہنچایا ہے اس نے... میں بیان نہیں کر سکتی۔ (روتی ہوئی چلی جاتی ہے)

جج : اگلا گواہ؟

سرکاری وکیل : میری دوسری گواہ ہے گنگا دیوی۔

اردلی : گنگا دیوی بنت کوہ ہمالیہ حاضر ہو! (گنگا دیوی داخل ہوتی ہے۔ اچانک کثافت میاں پر اس کی نظر پڑتی ہے۔ وہ غصے میں اسے مارنے دوڑتی ہے)

گنگا دیوی : تو... منحوس پولیویشن... کالی صورت والے! میں آج تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی!

جج : آرڈر... آرڈر! محترمہ گنگا دیوی اپنے آپ کو سنبھالیے۔ یہ عدالت ہے۔ آپ عدالت کی توہین کر رہی ہیں۔ جو کچھ کہنا ہے عدالت کے کٹہرے میں آ کر کہیے۔

گنگا دیوی : ٹھیک ہے، حضور! میں معافی چاہتی ہوں۔ (کٹہرے میں کھڑی ہو جاتی ہے)

سرکاری وکیل : ہاں تو گنگا دیوی! ملزم پولیویشن کے خلاف تمہیں کچھ کہنا ہے؟

گنگا دیوی : جی ہاں! میں پہلی بار اپنے ماں باپ سے جدا ہو کر ہر دوار سے کلکتہ جا رہی تھی۔ راستے میں مجھے یہ مل گیا۔ کہنے لگا مجھے بھی ساتھ لے چلو۔ میں بھولی بھالی، اس کی باتوں میں آ گئی۔ اس کا ساتھ میرے لیے مصیبت بن گیا۔ ہر شہر میں اس کے درجنوں ملنے والے آنے لگے۔ جو آتا وہ کوئی سوغات ضرور لاتا۔ کوڑا کرکٹ، گندگی، تیزاب، کیڑے مار دوائیں، پولی تھین کی تھیلیاں... ہر چیز آلودگی بڑھانے والی۔ میرا رنگ روپ بگڑ گیا، جینا مشکل ہو گیا۔ میں رحم کی بھیک مانگتی رہی مگر میری مدد کو کوئی نہ آیا۔ جج صاحب! میں تو یہی کہوں گی کہ اسے سخت سے سخت سزا دی جائے۔

- جج : وکیل صاحب! کوئی اور گواہ؟
- سرکاری وکیل : میرا تیسرا گواہ ہے تاج محل ولد آگرہ۔
- اردلی : تاج محل ولد آگرہ حاضر ہو! (تاج محل عدالت میں آ کر کٹہرے میں کھڑا ہو جاتا ہے)
- سرکاری وکیل : ہاں تو جناب تاج محل! کثافت میاں عرف پولیوشن سے تمہیں کیا شکایت ہے؟
- تاج محل : مجھے اس سے سب سے بڑی شکایت یہ ہے حضور! یہ ناچیز جس کا شمار عجائباتِ عالم میں کیا جاتا ہے، جس کے دیدار کی چاہت میں ساری دنیا سے لوگ جوق در جوق ہندوستان چلے آتے ہیں۔ اس ناہنجار کثافت میاں عرف پولیوشن کے سبب میری زندگی خطرے میں پڑ گئی ہے۔
- جج : عدالت جاننا چاہتی ہے اس نے تمہیں کیا نقصان پہنچایا۔
- تاج محل : اسی کثافت میاں کی وجہ سے میں پولیوشن کا شکار ہو گیا ہوں۔ متھرا ریفائٹری اور اپنٹ کی بھٹیوں سے نکلنے والے دھوئیں نے فضا کو جس بری طرح آلودہ کیا ہے، اس میں میری رنگت پیلی پڑتی جا رہی ہے۔ میرے مرمروں بدن کو جیسے کینسر نے جکڑ لیا ہے۔ اگر اس موزی مرض کا علاج نہ کیا گیا، اس دھویں کے طوفان سے مجھے نہ بچایا گیا تو وہ دن دور نہیں جب لوگ مجھے 'سیاہ تاج' کہیں گے۔ کثافت کو سخت سے سخت سزا دی جائے۔ بس مجھے یہی کہنا ہے۔
- جج : کوئی اور گواہ؟
- سرکاری وکیل : می لارڈ! اگر میں اسی طرح گواہوں کو پیش کرتا رہوں تو پورا ملک کثافت میاں عرف پولیوشن کے خلاف گواہی دینے یہاں کھڑا ہوگا۔ میری درخواست ہے کہ ان گواہوں کے بیانات ہی پر اس مقدمے کا فیصلہ کر دیا جائے۔
- جج : کثافت میاں! تمہیں اپنی صفائی میں کچھ کہنا ہے؟
- کثافت میاں : صفائی سے تو میرا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ میں کیا کہوں، مجھے اپنے گناہوں کا اقرار ہے۔
- جج : ٹھیک ہے۔ تمام گواہوں کے بیانات اور ملزم کے اقبالِ جرم کے بعد عدالت اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ کثافت میاں عرف پولیوشن کو جلا وطنی کی سزا دی جائے۔
- کثافت میاں : ہا۔ ہا۔۔۔ (زوردار تہقہہ لگاتا ہے) جج صاحب! آپ مجھے جلا وطن کریں یا اس سے بھی بڑی کوئی سزا دیں، آپ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔
- جج : یاد رکھو! تم عدالت میں ہو۔ تم پر توہینِ عدالت کا مقدمہ چل سکتا ہے۔
- کثافت میاں : آپ مجھ پر کتنے ہی مقدمات چلا لیجیے۔ اصل مجرم تو اب بھی آپ کی گرفت سے باہر ہے۔
- جج : کون ہے اصل مجرم؟
- کثافت میاں : جج صاحب! پولیوشن کی ذمہ دار وہ بے شمار فیکٹریاں ہیں جو فضاؤں میں دھواں اُگل رہی ہیں اور دریاؤں میں کیمیائی مادے اُنڈیل رہی ہیں۔ ذمہ دار وہ عام لوگ بھی ہیں جو ہر طرف کوڑا کرکٹ پھینک رہے ہیں، دریاؤں کو آلودہ کر رہے ہیں، درختوں کو کاٹ رہے ہیں۔ ان سب کے لیے قوانین موجود ہیں۔ یہ لوگ قوانین سے کھلواڑ کر رہے ہیں۔ ان تمام لوگوں کو عدالت میں کھڑا کیجیے۔

جج : کشافت میاں عرف پولیوشن! عدالت تمھارے بیان پر ان تمام لوگوں کو آلودگی کا ذمہ دار قرار دیتی ہے اور ان سب پر فرد جرم عائد کرنے کا حکم دیتی ہے۔ اور تمھاری سزایہ ہے کہ تمھارا سوشل بائیکاٹ کیا جائے۔ پولیوشن نہ صرف ہمارے ملک بلکہ پوری دنیا کے لیے ایک زبردست خطرہ ہے۔ اس لیے عدالت حکومت اور فلاحی اداروں سے اپیل کرتی ہے کہ اس کے متعلق عوامی سطح پر بیداری پیدا کرنے کی سب مل کر کوشش کریں۔

(پردہ گرتا ہے)

معنی و اشارات

Daughter	بنت	- بیٹی	Impurity	میل	- کشافت
Insult, contempt	توہین	- بے عزتی	Orderly	اطلاع دینے والا سپاہی	- اردلی
Rude, wicked	ناہنجار	- نالائق، بدچلن	Filth, dirt	گندگی	- نجاست
Gift	سوغات	- تحفہ	Pollution	گندگی	- آلودگی
Teaser, tormenter	موزی	- تکلیف پہنچانے والا	Aptly named,	نام کی طرح	- اسم باسٹی
Exiled	جلاوطن	- وطن سے نکالا ہوا	name fully denoting the		
Atmosphere	فضا	- ہوا	qualities of the named person		
			Eye witness	دیکھا ہوا	- چشم دید

مشق

ڈرامے کے کردار

’لا‘ اور ’با‘ سابقوں کا استعمال کر کے نئے لفظ بنائیے۔ مثلاً لا + جواب = لا جواب

با	لا
.....	

- ❖ ذخیرہ الفاظ سے متضاد لفظ کی جوڑی پہچان کر خالی چوکون میں لکھیے۔
- ❖ ’پولیوشن کے ذمہ دار‘ - اس عنوان پر دس جملے لکھیے۔
- ❖ جج کی اپیل کو اپنے الفاظ میں لکھیے۔
- ❖ ہدایت کے مطابق عمل کیجیے۔
- ❖ جمنادیوی سے مراد -
- ❖ گنگادیوی سے مراد -
- ❖ بات میں زور اور اثر پیدا کرنے کے لیے اکثر دو ایسے الفاظ کا استعمال کیا جاتا ہے جن کے معنی اکثر ایک جیسے ہوتے ہیں۔ ایسے الفاظ ’متضاد‘ کہلاتے ہیں۔ مثال - صاف و شفاف - ایسے متضاد کی تین مثالیں لکھیے۔
- ❖ قاتل (فاعل) اس سے اسم مفعول بنائیے۔
- ❖ فریب (اسم) تو دھوکا دینے والا -
- ❖ ڈھونگ کا فاعل بنائیے -
- ❖ مرض اسم سے صفت بنائیے -

۹۔ اندھا گھوڑا

ڈاکٹر ذاکر حسین

پہلی بات : گھوڑا پالتو جانور ہے۔ پرانے زمانے میں یہ سواری کے لیے سب سے بہتر جانور سمجھا جاتا تھا۔ آج ریل اور موٹر کے زمانے میں اس کی سواری کا رواج کم ہو گیا ہے۔ لیکن چھوٹے شہروں اور قصبوں میں گھوڑا گاڑی کا چلن آج بھی ہے۔ کتابوں میں گھوڑے کی وفاداری کے بہت سے قصے مشہور ہیں۔ ذیل کی کہانی 'اندھا گھوڑا' میں گھوڑے کی وفاداری کی بڑی اچھی تصویر کھینچی گئی ہے۔

جان پہچان : ڈاکٹر ذاکر حسین ۱۸۹۷ء میں حیدرآباد میں پیدا ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب نہ صرف ایک قابل سیاست داں تھے بلکہ اوّل درجے کے ماہر تعلیم اور عالم بھی تھے۔ اپنی اعلیٰ صلاحیتوں اور خوبیوں کے باعث وہ ہندوستان کے سب سے بڑے عہدے 'صدر جمہوریہ' پر فائز کیے گئے۔ ۳۰ مئی ۱۹۶۹ء کو ان کا انتقال ہو گیا۔

عادل آباد میں ایک بہت مالدار دکان دار تھا۔ دُور دُور کے ملکوں سے اُس کا لین دین تھا۔ اپنے دیس میں جو اچھا کپڑا بنتا تھا وہ یہاں سے دُوسرے ملکوں کو بھیجا کرتا اور وہاں سے طرح طرح کی چیزیں منگوا کر یہاں بیچتا تھا۔ اس کا کاروبار دن پر دن بڑھتا ہی جاتا تھا۔ اُس کے پاس اتنی دولت ہو گئی تھی کہ کچھ حساب و شمار نہ تھا۔ ڈیوڑھی پر ایک چھوڑ دو دو ہاتھی جھوٹے لگے۔ گھوڑوں کی گنتی ہی نہ تھی لیکن ایک اُبلق گھوڑا تھا جسے اُس نے بہت دام دے کر ایک عرب سے خریدا تھا۔ اسے یہ بہت پیارا تھا اور اُس کا نام رکھا تھا 'سُبک سیر'۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ اُس نے بہت سا سوتی کپڑا کاٹل بھیجا اور وہاں سے اس کے عوض پوسٹن منگائے۔ پوسٹنوں کے پہنچنے کا دن تھا۔ خیال تھا کہ تیسرے پہر تک سب مال عادل آباد پہنچ جائے گا۔ لیکن تیسرا پہر کیا، وہ تو شام ہو گئی اور مال کا کہیں پتا نہ تھا۔ دکان دار کو فکر ہوئی۔ آخر اُس نے سوچا، 'چلو ذرا گھوڑے پر بیٹھ کر آگے چلیں اور دیکھیں۔ شاید کہیں راستے ہی میں مال آتا ہوا مل جائے۔' یہ سوچ کر اس نے 'سُبک سیر' پر زین کسوائی اور شاہی سُرک پر جس پر سے مال آنے والا تھا، گھوڑے پر سوار ہونکلا۔ شام کا وقت تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ چلتے چلتے بے خیالی میں وہ شہر سے بہت دور ایک جنگل میں پہنچ گیا۔ ابھی یہ اپنی دُھن میں آگے ہی جا رہا تھا کہ پیچھے سے چھ ڈاکوؤں نے اُس پر حملہ کر دیا۔ اُس نے اُن کے دو ایک وار تو خالی دیے لیکن جب دیکھا کہ وہ چھ ہیں، میں اکیلا ہوں تو سوچا کہ اچھا یہی ہے اُن سے بچ کر نکل چلوں۔ گھوڑے کو گھر کی طرف پھیرا لیکن ڈاکوؤں کے پاس بھی گھوڑے تھے۔ اُنھوں نے بھی گھوڑے پیچھے ڈال دیے۔ بہت دیر تک 'سُبک سیر' آگے اور پیچھے ڈاکو پیچھے۔ لیکن سچ یہ ہے کہ سُبک سیر نے اُس دن اپنے دام وصول کر دیے۔ کچھ دیر بعد چھیوں گھوڑے پیچھے رہ گئے اور یہ اپنے مالک کی جان بچا کر اُسے گھر لے آیا۔

پہنچنے کو تو سُبک سیر گھر پہنچ گیا مگر اس روز گھوڑے نے اتنا زور لگایا کہ اس کی ٹانگیں بے کار ہو گئیں اور کچھ دنوں میں غریب کی آنکھیں بھی جاتی رہیں۔ لیکن دکاندار کو سُبک سیر کا احسان یاد تھا۔ چنانچہ اس نے حکم دے دیا کہ جب تک سُبک سیر جیتا رہے،

اسے روز صبح شام چھ سیر دانہ دیا جائے اور کوئی کام اس سے نہ لیا جائے۔ مالک کا حکم تھا، دانہ برابر دیا جانے لگا۔ لیکن جب کچھ دن گزر گئے تو دکان دار نے کہا، ”چھ سیر تو بہت ہوتا ہے، چار سیر دیا کرو۔“ اب چار سیر دانہ دیا جانے لگا۔ اس طرح گھٹتے گھٹتے آخر میں اسے صرف ایک سیر دانہ دیا جانے لگا۔ پھر کچھ عرصہ گزر گیا۔ سبک سیر بے چارہ بہت دبلا ہو گیا تھا۔ دکان دار نے کہا، ”سبک سیر کو خواہ مخواہ سیر بھر دانہ بھی کیوں دیا جائے۔ کوئی خریدے تو بیچ ہی نہ ڈالیں۔“ اب بے چارے لنگڑے اندھے سبک سیر کو کون پوچھتا؟ آخر کار ایک دن دکان دار نے کہا، ”یہ کم بخت تو اب کھانے ہی کا ہے۔ اسے بس ہانک دو۔“ سائیس نے گھوڑے کو کھول دیا۔ لیکن سبک سیر تھان سے نہ ہٹا۔ بہت ہانکا لیکن وہ اپنی جگہ اڑا رہا۔ سائیس نے چابک اٹھایا اور مار مار کر اس بے چارے کو باہر نکال دیا۔ سبک سیر کے دل پر نہ جانے کیا گزری ہوگی! دوپہر کا نکلا، شام تک وہیں سر جھکائے ہوئے دروازے کے سامنے کھڑا رہا۔ رات ہوئی تو سڑک کے کنارے بیٹھ گیا۔ صبح ہوئی۔ بھوک کے مارے بے چارہ سبک سیر بے تاب ہو گیا اور صبر و شکر کر کے وہاں سے چل پڑا۔ مگر آنکھوں سے اندھا تھا، جگہ جگہ ٹکراتا، ٹھوکریں کھاتا، ادھر ادھر سونگھتا کہ کہیں کوئی دانہ پڑا ہو، گھاس کا ٹکڑا ہو یا اور کچھ تو پیٹ میں ڈالے، مگر کچھ نہ ملا۔

اب سنو، اسی شہر عادل آباد میں ایک بڑی مسجد تھی اور ایک بڑا مندر۔ اس میں نیک مسلمان اور ہندو آکر اپنے اپنے طریقے سے اللہ کا نام لیتے اور اُس کو یاد کرتے تھے۔ اسی مندر اور مسجد کے بیچ ایک بہت اونچا مکان تھا جس کے بیچ میں ایک بڑا سا کمرہ تھا۔ اس کمرے میں ایک بہت بڑا گھنٹا لگا تھا جس میں ایک لمبی سی رسی بندھی تھی۔ اس گھر کا دروازہ دن رات کھلا رہتا تھا۔ شہر عادل آباد میں جب کسی پر کوئی ظلم کرتا یا کسی کا حق مار لیتا تو وہ اس گھر میں جاتا، رسی پکڑ کر کھینچتا تو یہ گھنٹا اس زور سے بجتا کہ سارے شہر کو خبر ہو جاتی۔ گھنٹے کے بجتے ہی شہر کے بیچ آ جاتے اور فریادی کی فریاد سن کر اس کا انتظام کرتے۔ اتفاق کی بات سبک سیر رات بھر مارا مارا پھر اور صبح ہوتے ہوتے اُس گھر کے دروازے پر جانکلا۔ دروازے پر کچھ روک ٹوک نہ تھی۔ یہ سیدھا گھر میں گھس گیا۔ بیچ میں رسی لٹکی تھی۔ یہ غریب مارے بھوک کے ہر چیز پر منہ چلاتا تھا۔ رسی کو بھی لگا چبانے۔ رسی چبانے میں جو ذرا کھینچی تو گھنٹا بجا۔ گھنٹے کی آواز سنتے ہی ہندو مسلمان سب وہاں جمع ہوئے۔ شہر کے بیچ بھی آ گئے۔ اب جو دیکھتے ہیں تو بیچ میں سبک سیر کھڑا ہے۔ بچوں نے پوچھا، ”یہ اندھا گھوڑا کس کا ہے؟“ لوگوں نے بتایا، ”یہ اُس تاجر کا ہے جس کی جان اس نے بچائی تھی۔ تاجر نے اسے نکال باہر کیا ہے۔“ بچوں نے تاجر کو بلوایا۔ ایک طرف اندھا گھوڑا تھا۔ اس کے زبان نہ تھی جو شکایت کرتا۔ دوسری طرف تاجر کھڑا تھا لیکن سب جانتے تھے، کیا معاملہ ہے۔ تاجر شرم کے مارے آنکھیں جھکائے کھڑا رہا۔ بچوں نے کہا، ”تم نے اچھا نہیں کیا۔ اس گھوڑے نے تمہاری جان بچائی، اُسی میں اندھا ہوا، لنگڑا ہوا اور تم نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ تم آدمی ہو یا جانور۔ آدمی سے اچھا تو یہ جانور ہی ہے۔“ تاجر کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا۔ آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ بڑھ کر اس نے گھوڑے کی گردن میں ہاتھ ڈال دیے، اس کا منہ چوما اور کہا، ”میرا قصور معاف کر۔“ یہ کہہ کر اس نے سبک سیر کو ساتھ لیا اور گھر لایا۔ پھر تاجر نے مرتے دم تک گھوڑے کے آرام کا خیال رکھا۔

معنی و اشارات

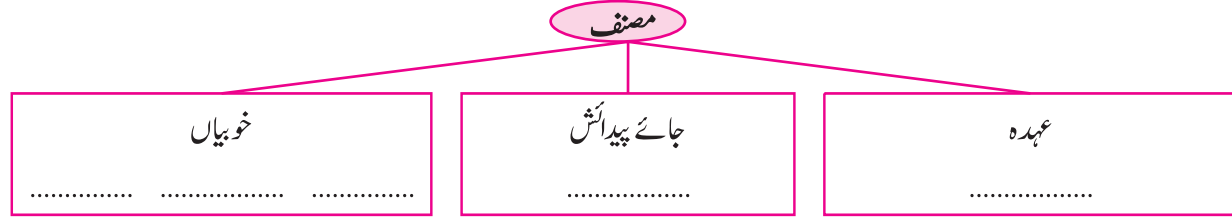
In lieu of, alternative	بدلے میں	-	عوض	Counting	گنتی	-	شمار
Fur coat	کھال کا کوٹ	-	پوستین	Mottled	چتکبر یا دورنگ کا گھوڑا	-	ابلق
Does not have	نہ ہونا	-	ندارد	Judge	انصاف کرنے والا	-	عادل

پنچ - فیصلہ کرنے والے پانچ لوگ
The five- men village administration, arbitrators
مارا مارا پھرنا - بھٹکنا
Wander aimlessly or in vain

قیمت - Price, value
گھوڑے کی خدمت کرنے والا
سائیکس - horseman
مکان کے صدر دروازے کے سامنے کا کمرہ،
ڈیوڑھی - مکان
دلیز - Porch

مشق

سبق کی روشنی میں ذیل کے ویب خاکے کو مکمل کیجیے۔



قواعد

محاورہ

ذیل کے فقرے پڑھ کر ان کے معنی پر غور کیجیے۔

باغ باغ ہونا	چار چاند لگانا	آگ بگولا ہونا	آٹھ آٹھ
بہت خوش ہونا	عزت بڑھانا	غصہ ہونا	بہت رونا

ان فقروں کے جو معنی ہیں، وہ فقروں سے الگ الفاظ میں بیان کیے جاتے ہیں۔ جب لفظ یا الفاظ اپنے عام معنی سے الگ معنی میں استعمال کیے جائیں تو انہیں 'محاورہ' کہا جاتا ہے۔ آپ لفظ 'کھانا' کے معنی اچھی طرح جانتے ہیں مگر جب یہ 'قسم کھانا' ہو تو اس میں کھانے کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی اس لیے 'قسم کھانا' محاورہ ہے۔

ذیل کے محاوروں کے معنی لغت سے تلاش کر کے لکھیے۔

- ۱۔ گل ہونا
- ۲۔ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھنا
- ۳۔ باتیں بنانا
- ۴۔ نظریں چرانا
- ۵۔ منہ پھیر لینا۔

- دولت کی افراط کو ظاہر کرنے والے دو جملے نقل کیجیے۔
- اس مقام کا نام لکھیے جہاں تاجر نے سوئی کپڑے بیچے اور وہاں سے پوسٹین منگوائے۔
- سبک سیر کے معذور ہونے کے اسباب لکھیے۔
- دکان دار کے لین دین کو کاروباری زبان میں دیا جانے والا نام دیجیے۔
- سبک سیر کو دیے جانے والے دانے کے گھٹائے جانے کا سبب لکھیے۔
- کہانی میں بیان کیے گئے شہر عادل آباد کے باشندوں کی چند خوبیاں بیان کیجیے۔
- کہانی 'اندھا گھوڑا' کو اپنی پسند کا عنوان دیجیے۔
- سبق سے محاورے تلاش کر کے مفہوم کے ساتھ لکھیے۔
- مثال اور لاحقہ کی روشنی میں خاکہ مکمل کیجیے۔

دکان دار
(مثال)

دار
(لاحقہ)

۱۰۔ فاسٹ فوڈ اور سافٹ ڈرنکس

ڈاکٹر قمر شریف

پہلی بات :

احمد اور امجد دونوں دوست تھے اور ایک ہی جماعت میں پڑھتے تھے۔ جب کھانے کا وقفہ ہوتا تو احمد گھر سے لایا ہوا اپنا ٹفن کھولتا اور کھانے لگتا مگر امجد باہر کسی دکان سے وڈا پاؤ، ڈھوکلا یا آلوتکیا جیسی کوئی چٹ پٹی چیز خرید کر کھا لیتا۔ امجد کا پیٹ اکثر خراب رہتا۔ ڈاکٹر نے اس کی جانچ کی اور بتایا، ”یہ باہر کی چیزیں کھانے کا اثر ہے۔“ اس دن سے امجد بھی گھر سے ٹفن لے جانے لگا۔ پھر کبھی اُس کا پیٹ خراب نہیں ہوا۔

ذیل کے سبق میں ایسی ہی چٹ پٹی چیزیں کھانے کے نقصانات بتائے گئے ہیں جنہیں آپ عام طور پر فاسٹ فوڈ کہتے ہیں۔

جان پہچان :

ڈاکٹر قمر شریف ۲ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو جالندہ (مہاراشٹر) میں پیدا ہوئیں۔ انھوں نے سائنس میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہے۔ وہ اورنگ آباد کے ایک مشہور تعلیمی ادارے سے وابستہ رہی ہیں۔ سائنس اور تعلیم و تدریس سے متعلق ان کے کئی مضامین آل انڈیا ریڈیو سے نشر ہو چکے ہیں۔ ادارہ فروغِ اُردو دہلی کی جانب سے قومی سطح کا انعام ’پاسبانِ تعلیم‘ حاصل کر چکی ہیں۔

آج کل فاسٹ فوڈ اور سافٹ ڈرنکس بہت عام ہو چکے ہیں۔ یہ بہ آسانی ہر چھوٹے بڑے شہر اور ہمارے قرب و جوار میں دستیاب ہیں۔ ہوٹل ہو کہ چوک چوراہا، تفریحی مقام ہو یا بس اسٹیشن، ریلوے اسٹیشن ہو کہ آفس یا کالج اور اسکول کا کٹر کینٹین ہر جگہ فاسٹ فوڈ اور سافٹ ڈرنکس کے اسٹال مل ہی جاتے ہیں۔

فاسٹ فوڈ وہ غذا ہے جو بہت کم وقت میں آسانی سے تیار ہو جاتی ہے۔ ذائقہ دار، چٹ پٹا اور خوشنما ہونے کی وجہ سے انسان جلد ہی فاسٹ فوڈ کا عادی ہو جاتا ہے۔ ہندوستان میں وڈا پاؤ، وڈا سانبر، پاؤ بھاجی، ڈھوکلا، اڈلی، ڈوسا، اُپما، اُتیپا، آلوتکیا، بھیل پوری، چاٹ وغیرہ فاسٹ فوڈ کی تعریف میں آتے ہیں۔ سوئی جاپان کا، نوڈلس چین کا، شاورما عرب کا، پزا اٹلی کا اور کباب روٹی ایران، ترکی اور لبنان کا فاسٹ فوڈ ہے۔ فٹ اینڈ چپس زیادہ تر برطانیہ، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ میں کھایا جاتا ہے۔ بریڈ، بن، کیک، ٹوسٹ جیسی بیکری اشیا بھی فاسٹ فوڈ ہیں جو دنیا کے اکثر ممالک میں استعمال کی جاتی ہیں۔

فاسٹ فوڈ کی تیاری میں غذائی اجزاء و غذائیت کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ اس کی تیاری میں شکر، نمک، چکنائی اور چٹ پٹے ذائقے کے لیے مختلف مسالے زیادہ مقدار میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ انھیں پُرکشش اور جاذبِ نظر بنانے کے لیے مصنوعی رنگ اور خوشبو کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اس سے کھانے کا لطف بڑھ جاتا ہے، کھانے میں مزہ آتا ہے۔ زبان کا ذائقہ بدل جاتا ہے اس لیے فاسٹ فوڈ لوگوں کی پہلی پسند بن گیا ہے۔ بچے اور جوان، سب اسے بہت ذوق و شوق سے کھاتے ہیں۔ فاسٹ فوڈ میں مفید غذائی اجزاء نہیں ہوتے اس لیے انھیں بہت زیادہ استعمال کرنے سے صحت پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ انسان موٹاپے کا شکار ہو جاتا ہے۔

فاسٹ فوڈ میں شامل چکنائی خون میں خراب کولیسٹرال کے اضافے اور اچھے کولیسٹرال کی کمی کا سبب بنتی ہے۔ اس میں موجود کیمیائی مادے، مصنوعی رنگ اور نمک دانتوں کو متاثر کرتے ہیں۔ زیادہ شکر دماغی کارکردگی پر اثر انداز ہوتی ہے۔ ماہرین کے مطابق فاسٹ فوڈ میں موجود مسالوں اور نمک کی کثرت سے معدے کی تیزابیت بڑھتی ہے بلکہ ہاضمے کا عمل بھی متاثر ہوتا ہے۔ فاسٹ فوڈ میں ریشے دار اجزاء کی غیر موجودگی قبض کا سبب اور بہت ساری بیماریوں کی وجہ بنتی ہے۔

کبھی کبھی فاسٹ فوڈ کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن جو لوگ ہفتے میں دو یا اس سے زیادہ مرتبہ فاسٹ فوڈ کھاتے ہیں، ان کے موٹاپے سے متاثر ہونے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ فاسٹ فوڈ سے بہت زیادہ توانائی حاصل ہوتی ہے۔ اگر جسم کو توانائی کی زائد مقدار حاصل ہوتی ہے اور اس توانائی کا استعمال کم ہوتا ہے تو چربی جسم کا حصہ بننے لگتی ہے۔ عالمی ادارہ صحت نے موٹاپے کی شرح میں اضافے کے لیے فاسٹ فوڈ کو ذمہ دار قرار دیا ہے۔ ایک امریکی ماہر نفسیات کا کہنا ہے کہ لوگ صرف یہ جانتے ہیں کہ چپٹ پٹی غذاؤں سے کھانے کا لطف دو بالا ہو جاتا ہے، بھوک مٹ جاتی ہے لیکن بہت کم لوگ اس بات سے واقف ہیں کہ فاسٹ فوڈ انہیں بسیار خوری کا مریض بنا دیتا ہے۔ یہ جسم میں قدرتی ہارمونز کے عمل میں تبدیلیاں بھی لاتا ہے۔

فاسٹ فوڈ کے ساتھ ساتھ سافٹ ڈرنکس پینے کا چلن عام ہو چلا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ ابتدا میں پانی، لیمو اور شہد سے تیار کیا گیا سافٹ ڈرنک مارکیٹ میں پیش کیا گیا۔ اس کے بعد سوڈا، پانی، ادراک اور لیمو ملا کر پہلا کاربونیٹڈ یعنی کاربن ڈائی آکسائیڈ ملا ہوا سافٹ ڈرنک تیار کیا گیا۔ آج کل سوڈا واٹر، شکر، ذائقہ بخش مادے، پھلوں سے کشید کیے ہوئے رس وغیرہ سافٹ ڈرنکس میں ملائے جاتے ہیں۔ مٹھاس کے لیے توانائی والے مادے؛ سکروز، فرکٹوز شکر ملائی جاتی ہیں۔ ذائقے کے لیے لیکلک ایسڈ، سائٹرک ایسڈ، فولک ایسڈ، فاسفورک ایسڈ جیسے ترشے ملائے جاتے ہیں اور کچھ سافٹ ڈرنکس میں کیفین بھی ملایا جاتا ہے۔ یہ سافٹ ڈرنکس ہمارے پسندیدہ مشروب بن چکے ہیں۔ ان کا بہت زیادہ استعمال صحت کو متاثر کرتا ہے۔ یہ ذیابیطس جیسی بیماریوں کا سبب بنتے ہیں۔ جگر، لبلبہ، گردہ وغیرہ کے افعال پر ان کا بُرا اثر ہوتا ہے۔ ان اعضا کے افعال میں سافٹ ڈرنکس گڑبڑ پیدا کرتے ہیں۔ دانتوں، مسوڑھوں کو خراب اور ہڈیوں کو کمزور کرتے ہیں۔ ہاضمہ درست کرنے کی بجائے اس پر منفی اثر ڈالتے ہیں۔

ان دنوں صاف پانی پینے کے لیے ہم منرل واٹر (بوتل بند پانی) استعمال کرنا پسند کرتے ہیں۔ پانی کو زیادہ دنوں تک محفوظ رکھنے کے لیے اسے مشینی کیمیائی عمل سے گزارا جاتا ہے۔ اس میں مختلف قسم کے کیمیائی مادے بھی ملائے جاتے ہیں۔ یہ کیمیائی مادے ہماری صحت کے لیے نقصان دہ ہیں اس لیے ہمیشہ صاف و تازہ پانی پینا چاہیے۔

فاسٹ فوڈ اور سافٹ ڈرنکس ہمارے کھانے اور پینے کے ذوق کی تسکین کرتے ہیں۔ بھوک پیاس کو دور کرتے ہیں مگر غذا اور غذائیت نہیں دیتے۔ ان کا مسلسل اور بہت زیادہ استعمال ہمارے مزاج، برتاؤ اور ہارمونز میں تبدیلی کا سبب بنتا ہے۔ ان کی غذائی حیثیت گھر میں پکائی جانے والی روزمرہ کی غذاؤں کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ یہ محض چند منٹ کا لطف اور پیسوں کی بربادی ہے۔ اچھی صحت کے لیے ضروری ہے کہ صحت مند عادتیں اپنائیں۔ وقت پر کھانا کھائیں۔ متوازن غذا اور صاف پانی اچھی صحت کے ضامن ہیں۔

معنی و اشارات

Ingredients	جز کی جمع، حصے	-	اجزا	Available	حاصل	-	دستیاب
Energy	طاقت	-	توانائی	Things	شے کی جمع، چیزیں	-	اشیا
	ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن	-	عالمی ادارہ صحت	Attractive	توجہ کھینچنے والا	-	پرکشش
World Health Organization					نظر کو جذب کرنے والا، خوبصورت	-	جاذبِ نظر
Double	دُگنا، ڈبل	-	دو بالا	Charming			
Gluttonous	بھوک سے زیادہ کھانا	-	بسیار خوری	Work, performance	کام، عمل	-	کارکردگی

متوازن - وزن کی ہوئی مراد مناسب
Balanced
ترشہ - تیزاب
Acid
مشروب - پینے کی چیزیں
Drink

لازم و ملزوم ہونا - ایک دوسرے کے لیے ضروری ہونا
Closely related, inseparable
ذائقہ بخش - مزے دار
Tasteful, delicious
ذوق - پسندیدگی
The sense of taste

مشق

❖ فاسٹ فوڈ کے زیادہ استعمال سے صحت پر ہونے والے مضر اثرات لکھیے۔
❖ ہندوستانی فاسٹ فوڈ کے بارے میں لکھیے۔
❖ سبق کے حوالے سے ویب خاکہ مکمل کیجیے۔

	سافٹ ڈرنکس میں شامل ترشے	

❖ فلو چارٹ (رواں خاکہ) مکمل کیجیے۔

سافٹ ڈرنکس کا بہت زیادہ استعمال -

- - مضر اثر ڈالتا ہے
- - متاثر کرتا ہے
- - کمزور کرتا ہے
- - سبب بنتا ہے
- - خراب کرتا ہے

❖ ستون 'الف' میں ممالک کے نام دیے ہوئے ہیں۔ ستون 'ب' میں فاسٹ فوڈ کا نام دیا گیا ہے۔ مناسب جوڑیاں لگائیے۔

ملک	فاسٹ فوڈ
جاپان	فش اینڈ چپس
چین	شاووما
عرب	سوٹی
آسٹریلیا	نوڈلس

❖ سبق کے حوالے سے ویب خاکہ مکمل کیجیے۔

فاسٹ فوڈ کی تیاری

❖ آپ فاسٹ فوڈ کھانا پسند کرتے ہیں۔ وجہ لکھیے۔

قواعد

زیر اضافت

لیے آتے ہیں۔
فارسی میں ان کی جگہ زیر لگایا جاتا ہے۔
دی ہوئی ترکیبوں کے دوسرے مجموعے میں پہلے مجموعے کی طرح 'زیر' اضافت کا کام نہیں کر رہا ہے اس لیے
حمہ پاک (پاک حمہ)، فیض عام (عام فائدہ)، دل شیدا (محبت کرنے والا دل) یہ ترکیبیں پہلے مجموعے کی طرح اضافی ترکیبیں نہیں ہیں۔ انھیں 'صفتی ترکیب' کہتے ہیں۔
اسم باسٹ، شب معراج، دست کرم، راہ مستقیم، شان بادشاہی، سرشام، عجز بندگی
❖ ان ترکیبوں کو معنی کے لحاظ سے الگ کیجیے۔

۱۔ عجائبات عالم، زنجیر غم، سنگ در
۲۔ حمہ پاک، فیض عام، دل شیدا
اوپر کے فقروں کے پہلے لفظ کے نیچے زیر کی علامت لگائی گئی ہے۔ یہ فقرے سب فارسی سے اردو میں آئے ہیں۔ انھیں 'ترکیب' / 'ترکیبی' کہتے ہیں۔
ترکیبوں کے پہلے مجموعے کو اردو میں 'عجائبات' (دنیا کے عجائبات)، غم کی زنجیر (دکھ کا سلسلہ)، در کا سنگ (دروازے کا پتھر)، کہیں گے۔
اردو میں 'کا' - کی - کے، دو اسموں کے رشتے کو جوڑنے کے

۱۱۔ اُردو زبان کی ابتدا

سید احتشام حسین

پہلی بات :

دنیا میں سیکڑوں زبانیں اور ہزاروں بولیاں بولی جاتی ہیں۔ عام طور پر زبان اور بولی میں یہ فرق مانا جاتا ہے کہ بولی کا کوئی تحریری ادب نہیں ہوتا جبکہ زبان کا اپنا تحریری ادب ہوتا ہے۔ دنیا کے بعض ممالک ایسے ہیں جہاں صرف ایک ہی زبان بولی جاتی ہے مثلاً سعودی عرب میں صرف عربی زبان بولی جاتی ہے۔ جرمنی کی زبان جرمن ہے۔ ایران کی زبان فارسی ہے۔ مگر ہندوستان میں کم و بیش پندرہ زبانیں اور سیکڑوں بولیاں بولی جاتی ہیں۔ ان زبانوں میں اُردو بھی ایک زبان ہے۔ دراصل زبان کے بغیر کسی سماج کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ زبان سماج کی تہذیبی شناخت ہوتی ہے۔ زبان کے ادبی خزانے میں اس سماج کے تمدنی حالات کو تلاش کیا جاسکتا ہے۔ زبان کیسے بنتی ہے، وہ سماج میں کیسے رواج پاتی ہے اور اس کی ترقی کس طرح ہوتی ہے ان باتوں کا تعلق اس زبان کی تاریخ سے ہوتا ہے۔ ذیل کے سبق میں اُردو زبان کا ارتقا کس طرح ہوا، اسے سمجھایا گیا ہے۔

جان پہچان :

سید احتشام حسین اُردو کے مشہور ادیب ہیں۔ وہ ضلع اعظم گڑھ کے ایک قصبے مائل میں ۱۹۱۲ء میں پیدا ہوئے۔ ان کی ابتدائی تعلیم اعظم گڑھ اور اعلیٰ تعلیم الہ آباد میں ہوئی تھی۔ وہ ترقی پسند نقاد تھے۔ انھوں نے الہ آباد یونیورسٹی میں شعبہ اُردو کے صدر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ ان کی مشہور کتابیں 'روایت اور بغاوت'، 'ادب اور سماج'، 'تنقید اور عملی تنقید'، 'اُردو کی کہانی' اور 'اعتبارِ نظر' ہیں۔ ان کا سفرنامہ 'ساحل اور سمندر' بھی کافی مقبول رہا۔ یکم دسمبر ۱۹۷۲ء کو الہ آباد میں ان کا انتقال ہوا۔ ذیل کا سبق ان کی کتاب 'اُردو کی کہانی' سے لیا گیا ہے۔

ہم جس آسانی سے اپنی زبان بول لیتے ہیں، اس سے بہت کم یہ خیال ہوتا ہے کہ اس زبان کے بننے اور شروع ہونے میں کتنا وقت لگا ہوگا۔ جب مسلمان یہاں آئے تو وہ کوئی نہ کوئی زبان ضرور بولتے رہے ہوں گے اور جن لوگوں میں آئے، وہ بھی اپنی زبان رکھتے ہوں گے۔ آنے والوں میں عرب، ایرانی، افغانی، ترک، مغل ہر قسم کے لوگ تھے۔ یہاں جن جن جگہوں پر وہ لوگ گئے، وہاں الگ الگ زبانیں اُن کو ملیں۔ یہ تو تم سمجھ ہی سکتے ہو کہ جو لوگ باہر سے آئے تھے، وہ یہاں کے لوگوں پر اپنی زبان لاد نہیں سکتے تھے بلکہ اپنی ضرورت کی وجہ سے یہیں کی بولی بولنے پر مجبور تھے۔ اس طرح وہ زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتے تھے کہ یہاں کی بولیوں میں اپنے کچھ الفاظ ملا دیں۔ ملاوٹ ہو جائے مگر اصل زبان یہیں کی رہے۔

پہلے پہل مسلمان بڑی تعداد میں سندھ میں آئے مگر ادھر ادھر زیادہ پھیل نہ سکے۔ یہ آٹھویں صدی کی بات ہے۔ اس لیے وہاں جوئی سندھی زبان بن رہی تھی اسی پر ان کا کچھ اثر پڑا۔ پھر دسویں اور گیارہویں صدی میں مسلمان بڑی تعداد میں درہ خیبر کے راستے سے آنے لگے اور سارے پنجاب میں پھیل گئے۔ پھر قریب قریب سو سال تک ان میں اور وہاں کے بسنے والوں میں میل جول بڑھتا رہا۔ چونکہ ہمارے پاس اس وقت کی زبان کے نمونے موجود نہیں ہیں اس لیے بتانا مشکل ہے کہ وہاں کی زبان پر ایک دوسرے کے میل جول سے کیا اثر پڑا۔ اسی اثر کی وجہ سے بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ جس کو ہم اُردو کہتے ہیں، وہ پنجاب میں بنی۔ یہ بات کچھ کچھ صحیح ہے۔ شروع میں ہم کو اُردو پر پنجابی کا اثر ملتا ہے مگر صحیح بات یہ ہے کہ جس طرح پنجابی زبان بن رہی تھی، اسی طرح دہلی کے پاس کی بولیوں میں مل کر اُردو بھی بن رہی تھی اور جب دہلی ہی دارالسلطنت بن گیا تو ہر بولی کے بولنے والے وہاں آنے لگے۔ قرب و جوار کی سب بولیاں ایک دوسرے سے ملتی جلتی تھیں ہی، یہاں اور زیادہ میل ہوا۔ اس لیے شروع

میں کئی اثر اُردو پر دکھائی دیتے ہیں۔ دلی اور اس کے پورب میں جو بولی بولی جاتی تھی اس کو 'کھڑی بولی' کہا جاتا ہے۔ اس کھڑی بولی نے دھیرے دھیرے ایسا روپ دھار لیا کہ اس میں ضرورت کے مطابق فارسی، عربی، ترکی کے لفظ شامل ہو گئے اور وہ فوجوں کے ساتھ پھیلنے لگے۔ اس لیے ہم آسانی کے لیے کہہ سکتے ہیں کہ اُردو زبان کھڑی بولی کے اندر نکھر کر ایسی زبان بن گئی جس میں تھوڑے ہی دنوں میں شعر کہے جانے لگے اور کتابیں تیار ہونے لگیں۔

یہ جو اوپر کہا گیا ہے کہ فوجوں کے ساتھ دہلی کے پاس والی بولی ہر طرف پھیلنے لگی اس کا مطلب یہ ہے کہ فوج میں ہر جگہ کے لوگ ہوتے تھے۔ انہیں ایک ساتھ رہنا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا پڑتا رہا ہوگا۔ اب اگر وہ ایسی زبانیں نہ بولیں جسے زیادہ لوگ سمجھ سکتے ہیں تو ان کا کام نہیں چل سکتا تھا۔ اسی طرح تاجر بھی زبان اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ دلی سے جو حاکم دور دور بھیجے جاتے رہے ہوں گے وہ بھی اپنی بولی اپنے ساتھ لے جاتے رہے ہوں گے۔ پھر مذہبی کام کرنے والے صوفی لوگ زبان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے تھے۔ عام لوگوں کو اپنی بات سمجھاتے تھے۔ اس لیے وہ زبان جو مرکز میں یعنی دلی میں بولی جانے لگی تھی، وہ ملک کے مختلف حصوں میں پہنچنے لگی۔

مسلمان جو یہاں آئے تھے، وہ یہیں رہ پڑے۔ اسی دلیس کو انھوں نے اپنا دلیس سمجھا۔ یہیں پیدا ہوئے، یہیں جیے اور یہیں مرے۔ یہیں کے حالات نے انھیں بادشاہ اور فقیر بنایا۔ بادشاہ بن کر بھی انھوں نے یہیں کی زبان سے کام لیا اور فقیر بن کر بھی یہیں کی بولی بولے۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ اہم کام امیر خسرو کا ہے جو امیر بھی تھے، فقیر بھی، شاعر بھی تھے گا یک بھی، بادشاہوں کے دوست بھی اور غریبوں کے یار بھی۔ انھوں نے فارسی میں بہت سی کتابیں لکھیں جن سے ان کی ہندوستان کی محبت پھوٹی پڑتی ہے۔ مگر انھوں نے یہاں کی بولی میں جو کچھ لکھا ہے وہ اس لیے کبھی بھلایا نہیں جاسکتا کہ اس وقت اس بولی میں لکھنا عام بات نہیں تھی۔ ان کی بہت سی پہیلیاں، دوہے، گیت اب بھی لوگوں کی زبان پر ہیں۔ اس وقت تک اُردو کی کوئی خاص شکل نہیں بنی تھی اس لیے ان کی بولی کبھی کھڑی بولی سے مل جاتی ہے، کبھی برج بھاشا سے اور کبھی اس میں کئی بولیاں ملی ہوتی ہیں۔ بہر حال، امیر خسرو کو ہندی والے اپنا کوئی سمجھتے ہیں، اُردو والے اپنا شاعر۔

اس طرح اُردو دلی کے قریب پیدا ہوئی اور نکھرنے لگی۔ دھیرے دھیرے ملک کے دوسرے حصوں میں پھیلنے لگی۔ شروع میں اس کا نام زبان ہند، ہندی، ہندوی اور دہلوی رہا۔ بعد میں زیادہ تر ہندی کے نام سے یاد کی گئی۔ جب دکن اور گجرات میں اس کا بول بالا ہوا تو اسے دکنی اور گجری بھی کہنے لگے۔ دہلی میں شاعری کی زبان کو ریختہ کہتے تھے۔ کبھی کبھی اس زبان کو اُردوئے معلیٰ بھی کہا گیا مگر بعد میں اسے زیادہ تر اُردو ہی کہا گیا۔

معنی و اشارات

Adopt a guise, impersonate	روپ دھار لینا - صورت شکل اختیار کر لینا	Capital	دار السلطنت - حکومت کا مرکز
Abstemious person, Sufi	صوفی - پرہیزگار	Surrounding, vicinity	قرب و جوار - نزدیک، پاس
		East	پورب - مشرق
	برج بھاشا - متھرا اور آگرہ میں بولی جانے والی زبان		کھڑی بولی - دوآبہ کے علاقے میں بولی جانے والی
Dialect spoken in the area of Agra and Mathura		Language of Delhi and Meerut, Urdu dialect and idioms spoken in Western UP, India	زبان - زبان

اُردوئے معلیٰ - لال قلعے میں بولی جانے والی زبان
Urdu language as spoken in
Delhi Fort in the late Mogul
period, refined Urdu

ریختہ - ملی ہوئی زبان، اُردو جو مختلف زبانوں سے
مل کر بنی ہے
Old term for Urdu, mixed, Urdu language

مشق

متعلقہ الفاظ کی جوڑیاں لگائیے۔

گروپ 'ب'	گروپ 'الف'
گایک	حکومت کا مرکز
فوج	تجارت کرنے والا
دارالسلطنت	گیت گانے والا
تاجر	سپاہیوں کی ٹکڑی

رواں خاکہ مکمل کیجیے۔

زبان کی توسیع و اشاعت -

زبان ان کے ذریعے عام لوگوں تک پہنچتی ہے
↓

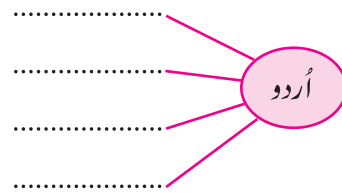
امیر خسرو کے بارے میں چند جملے لکھیے۔

انٹرنیٹ کے ذریعے اُردو زبان کے بارے میں مزید
معلومات حاصل کیجیے۔

قوس کے مناسب متبادل کا انتخاب کر کے خالی جگہ پُر کیجیے۔

- ۱۔ پہلے پہل مسلمان بڑی تعداد میں میں
آئے۔ (عرب، سندھ، درہ خیبر)
- ۲۔ دہلی اور اس کے پورب میں جو بولی بولی جاتی تھی
اس کو کہا جاتا ہے۔ (کھڑی بولی،
ریختہ، پوربی)
- ۳۔ امیر خسرو نے میں بہت ساری کتابیں
لکھیں جن سے ان کی ہندوستان کی محبت پھوٹی
پڑتی ہے۔ (فارسی، کھڑی بولی، برج بھاشا)
- ۴۔ اُردو زبان کے اندر نکھر کر ایسی زبان
بن گئی جس میں شعر کہے جانے لگے۔ (اُردوئے
معلیٰ، پوربی، کھڑی بولی)
- ۵۔ دہلی میں شاعری کی زبان کو کہتے ہیں۔
(اُردوئے معلیٰ، ریختہ، ہندوستانی)

سبق کی روشنی میں رواں خاکہ مکمل کیجیے۔



جس طرح فارس کی زبان فارسی اور عرب کی زبان عربی

ہے، اسی طرح ذیل کا خاکہ مکمل کیجیے۔

گجرات دکن پنجاب سندھ

اُردو زبان کی ارتقائی ترتیب لکھیے۔

اُردوئے معلیٰ، ریختہ، بولی، برج بھاشا، کھڑی بولی، اُردو

□ ← □ ← □ ← □ ← □

قواعد

واو عطف

یہ فقرے غور سے پڑھیے: غریب اور امیر، دل اور دماغ،
لباس اور آرائش، نزدیک اور دور، بلند اور پست
ان فقروں میں دو لفظوں کو لفظ 'اور' سے جوڑا گیا ہے۔ کبھی
کبھی 'اور' کی جگہ انھیں حرف 'و' سے بھی جوڑا جاتا ہے جیسے
غریب و امیر، دل و دماغ، لباس و آرائش، نزدیک و دور،
بلند و پست۔

فارسی اور عربی لفظوں کو جوڑنے کے لیے ایسا کیا جاتا ہے
اس واو کو 'واو عطف' کہتے ہیں۔

لفظوں کی ایسی ترکیبوں میں 'و' کو پہلے لفظ کے آخر سے
جوڑ کر پڑھا جاتا ہے۔ مثلاً غریب و امیر، دل و دماغ وغیرہ۔

۱۲۔ اجنتا کے غار

ادارہ

پہلی بات :

انسان نے اپنی کاریگری کے جو عظیم الشان کارنامے چھوڑے ہیں اس کی ایک نمایاں مثال اجنتا کے غاروں میں نظر آتی ہے۔ ان غاروں کی نقاشی اور مصوری کو دیکھ کر ہمیں اپنے بزرگوں کے ان کارناموں پر فخر محسوس ہوتا ہے۔

دکن میں اورنگ آباد کے شمال مشرق میں اجنتا کی پہاڑیاں ہیں۔ اسی سلسلے کی ایک پہاڑی کے خوش نما دامن میں غار بنے ہوئے ہیں۔ یہ غار قدرتی نہیں، ہم جیسے انسانوں نے ہی چٹانیں کاٹ کر انھیں بنایا ہے۔ یہ کل اُنٹیس غار ہیں جو پہاڑی میں نصف دائرے کی شکل میں اس طرح پھیلے ہوئے ہیں کہ سورج کی روشنی ان میں نہ آ سکے۔ ان پہاڑیوں سے ایک ندی 'واگھر' نکلتی ہے جو آگے جا کر تاپتی ندی میں مل جاتی ہے۔ برسات کے موسم میں آسمان سے باتیں کرتی ہوئی اُدی چٹانیں، خوش نما درخت، قسم قسم کے پھول، گاتی ہوئی ندی اور آبشار، پرندوں کے چہچہے ایسے بھلے لگتے ہیں کہ آدمی ان میں کھو جاتا ہے۔

گوتم بدھ کے کوئی تین سو سال بعد بدھ مت والوں نے اجنتا کے غار بنانے شروع کیے۔ یہ غار تھوڑے تھوڑے وقفے سے ساتویں صدی عیسوی تک بنتے رہے۔ غار بنانے والوں نے چٹانیں کاٹنے کے لیے صرف چھینی اور تھوڑی کی مدد لی تھی۔

یہ غار دو طرح کے ہیں؛ ایک تو وہ جن میں بدھ مت کے بھکڑ رہتے تھے۔ انھیں 'وہار' کہتے ہیں۔ دوسرے وہ جن میں عبادت کی جاتی تھی۔ انھیں 'چیتیا' کہتے ہیں۔ 'چیتیا' میں دونوں طرف دالان بنے ہوئے ہیں اور پیچھے کا حصہ گول ہے۔ یہ غار نعل کی شکل کے بنائے گئے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے یہ پتھر کے نہیں بلکہ لکڑی کے بنے ہیں۔

غاروں میں اندھیرا ہوتا ہے اس لیے بنانے والوں نے غاروں کے منہ پر بڑے بڑے صینقل کیے ہوئے فولادی آئینے رکھ دیے تھے۔ ان پر سورج کی روشنی پڑتی اور منعکس ہو کر غار میں آتی۔ غار کے اندر بھی اسی طرح کے آئینے رکھے جاتے تاکہ ان پر روشنی پڑے تو پورے غار میں اُجالا ہو جائے۔

غاروں کے اندر داخل ہوتے ہیں تو ایک نئی دُنیا نظر آتی ہے۔ جگہ جگہ پر گوتم بدھ کی مورتیاں پتھر سے اس صفائی سے کاٹ کر بنائی گئی ہیں کہ ان پر اصل کا دھوکا ہوتا ہے۔ بعض غاروں کی دیواروں پر ایک خاص قسم کا پلاسٹر کر کے ان پر تصویریں بنائی گئی ہیں جن کو 'فریسکو' کہتے ہیں۔ فریسکو صرف چند غاروں میں پائے جاتے ہیں۔

یہ سب کام ساتویں صدی کے بیچ تک ہوتا رہا اور کاری گروں اور فنکاروں کے خاندان کے خاندان اجنتا کے غاروں میں آرٹ اور خوب صورتی کو جنم دینے میں لگے رہے۔ اس کے بعد کام رُک گیا۔ کچھ عرصے بعد تو بھکڑوں نے یہاں رہنا بھی چھوڑ دیا۔ آخر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ لوگوں کو یہ بھی معلوم نہ رہا کہ ان غاروں کے اندر ہے کیا۔ جنگلی گھاس پھوس نے ان غاروں کے دروازوں کو ڈھک لیا۔ ان کے اندر کی تصویریں موسم اور ہوا کے اثرات سے خراب ہونے لگیں۔ کبھی کبھی ان پڑھ اور سیدھے سادے کسانوں نے آرٹ اور مصوری کے ان خزانوں کو گھر کے طور پر استعمال کیا اور اجنتا کی تصویریں آگ، دھوئیں، نمی اور بداحتیاطی کی وجہ سے خراب ہوتی رہیں۔ یہ سلسلہ اُنیسویں صدی تک جاری رہا۔

اتفاق سے انگریز فوج کا ایک دستہ ۱۸۱۹ء میں یہاں سے گزرا تو بعض سپاہیوں نے اپنا پڑاؤ یہاں ڈال دیا۔ جب ان

سپاہیوں نے غاروں کے اندر روشنی کی تو یہاں کی تصویریں دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ اس کی خبر آہستہ آہستہ انگریز عہدیداروں کو ملی۔ انھوں نے بھی پرانے ہندوستان کے فن کے ان خزانوں میں دلچسپی لی لیکن ان کو محفوظ کرانے کا مناسب انتظام بہت بعد کو ہوسکا اور ایک وقت ایسا آیا جب اجنتا کے غار اور ان کی تصویریں پوری دنیا کی دلچسپی کا مرکز بن گئیں۔

اجنتا کی تصویروں میں راجا بھی ہیں اور فقیر بھی، ان میں ہرنوں کی شکلیں بھی نظر آتی ہیں اور ہاتھیوں کی بھی۔ محلوں کے عیش و آرام کو بھی اجنتا کے فن کار پیش کرتے ہیں اور بھگتوں کی سادہ زندگی کو بھی۔ یہاں کی تصویروں میں سمندر بھی دکھائی دیتے ہیں اور گھنے جنگل بھی۔ غرض اجنتا کے فن کاروں نے روزانہ کی زندگی کو اپنے آرٹ میں پیش کیا ہے۔ آج محلوں اور درباروں کے نام و نشان بھی باقی نہیں لیکن اجنتا کے وہاں اب بھی موجود ہیں جن سے اُس زمانے کی زندگی پر روشنی پڑتی ہے۔ اجنتا کے بارے میں کسی نے سچ کہا ہے کہ 'الہ دین' کا چراغ بھی ایسا حیرت انگیز کام نہیں کر سکتا۔

معنی و اشارات

Station, post	ڈیرا	-	پڑاؤ	Semi	آدھا	-	نصف
Wonderful	حیرت میں ڈالنے والا	-	حیرت انگیز		بدھ مذہب کا پیرو	-	بھگتو
Famous character from Alif-laila	الف لیلہ کا ایک مشہور کردار	-	الہ دین	Follower of Buddhism			
Astonish	حیران رہ جانا	-	دنگ رہ جانا	Polish	پالش	-	صیقل
				To reflect	شعاعوں کا ٹکرا کر واپس ہونا	-	منعکس ہونا
				Cave	گچھا	-	غار

مشق

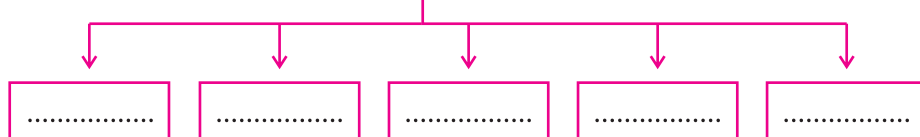
مناسب لفظ سے خانہ پُری کیجیے۔

- اجنتا کی پہاڑیوں میں..... غار ہیں۔ (اُنٹیس، اُنیس، اُنچاس)
- کاٹنے کے لیے صرف چھینی اور ہتھوڑی کی مدد لی گئی تھی۔ (غار، چٹانیں، بت)
- یہ غار..... کی شکل کے بنائے گئے ہیں۔ (نعل، گولی، مستطیل)
- غاروں میں اُجالے کے لیے..... رکھے گئے ہیں۔ (چراغ، قمقے، آئینے)
- اجنتا کے فن کاروں نے..... کی زندگی کو اپنے آرٹ میں پیش کیا ہے۔ (بھگتو، جنگل، روزانہ)

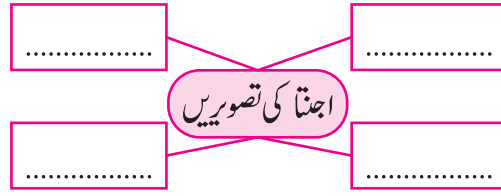
ہر ایک کے آگے معلومات لکھیے۔

- واگھرنندی - []
- وہار - []
- چتیہ - []
- فولادی آئینے - []
- فریسکو - []

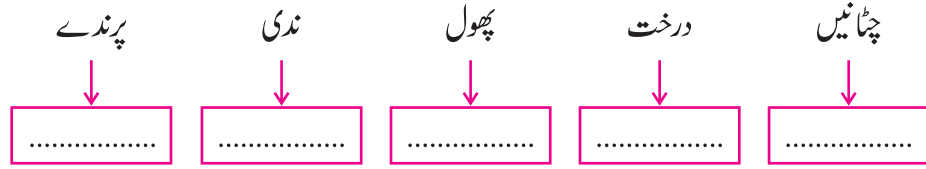
اجنتا کی تصویریں اس وجہ سے خراب ہونے لگیں



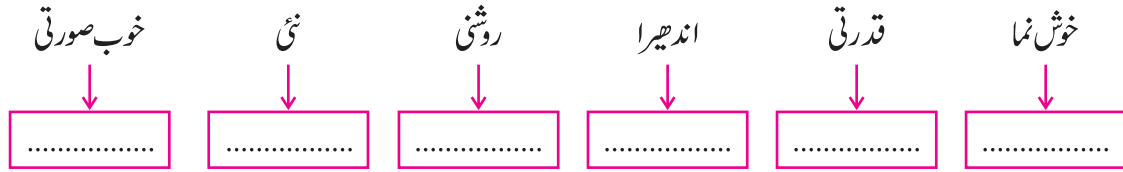
سبق کی مدد سے ویب شکل کو مکمل کیجیے۔



سبق کی روشنی میں درج ذیل لفظوں کی صفت لکھیے۔



دیے ہوئے لفظوں کی ضد لکھیے۔



سبق سے چار مرکب الفاظ تلاش کر کے لکھیے۔

دیے ہوئے الفاظ اور محاوروں کو اپنے جملے میں استعمال کیجیے۔

- | | |
|---------------|----------------|
| ۱۔ بھلا لگنا | ۲۔ نئی دنیا |
| ۳۔ پڑاؤ ڈالنا | ۴۔ دنگ رہ جانا |
| ۵۔ حیرت انگیز | |

اجتناب کی پہاڑیوں کے بارے میں چند جملے لکھیے۔

سبق کی روشنی میں اجتناب کے غاروں کے بارے میں لکھیے۔

”غاروں کے اندر داخل ہوتے ہیں تو ایک نئی دنیا نظر آتی ہے۔“ سبق کی روشنی میں اس جملے کی وضاحت کیجیے۔

غاروں کے اندھیرے کو دور کرنے کے لیے اپنائی گئی ترکیب کے بارے میں لکھیے۔

جواہر پارے

- * اپنی کم علمی کا احساس علم کی جانب اہم ترین قدم ہے۔
- * عظیم خیال، عظیم کردار انسان کو عظیم بنا دیتا ہے۔
- * دولت کی محبت، محبت کی دولت کو کم کرتی ہے۔
- * اہل ہمت کے پاس مقاصد ہوتے ہیں اور عام آدمی کے پاس خواہشیں۔
- * علم ایسا دریا ہے جس کے سوتے کبھی خشک نہیں ہوتے۔
- * زندگی کی کامیابی کی کنجی محنت، دیانت داری اور سچائی ہے۔
- * محنت اور ریاضت سے ہر شخص کمال حاصل کر سکتا ہے۔
- * قدرت نے دماغ کو دل سے بالا مقام پر رکھا ہے اس لیے ہمارے جذبات تقاضائے عقل کے ماتحت رہنے چاہئیں۔
- * دنیا میں کوئی آپ کو اپنی ذات کے سوا ناکام نہیں بنا سکتا۔
- * مطالعہ سے ذہن کو فرحت حاصل ہوتی ہے۔

۱۳۔ خط - منیرہ فیض کے نام

پطرس بخاری

پہلی بات :

ہر انسان کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنے تجربات اور مشاہدات میں دوسروں کو بھی شامل کرے۔ جب ہم سفر کرتے ہیں تو سفر کے دوران پیش آنے والے واقعات کو اپنے عزیز واقارب اور دوستوں کو مزے لے لے کر سناتے ہیں۔ اگر ہم اپنوں سے دور ہوں تو خط کے ذریعے انہیں اپنے تجربات اور احساسات کے بارے میں بتاتے ہیں۔ یہ سبق دراصل ایسا ہی ایک خط ہے جس کے ذریعے مصنف اپنے مشاہدات سے اپنے کسی عزیز کو واقف کروا رہا ہے۔

جان پہچان :

پطرس بخاری ۱۸۹۸ء میں پشاور میں پیدا ہوئے۔ ان کا اصل نام سید احمد شاہ بخاری تھا۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے بعد وہ گورنمنٹ کالج، لاہور میں انگریزی کے پروفیسر ہو گئے۔ اس کے بعد وہ آل انڈیا ریڈیو سے وابستہ ہوئے اور کئی بڑے عہدوں پر کام کیا۔ ۱۹۵۵ء میں انہیں اقوام متحدہ (UNO) کے شعبہ اطلاعات کا جنرل سکرٹری بنایا گیا تھا۔ ۱۹۵۸ء میں نیویارک میں ہی ان کا انتقال ہوا۔

۳، ریور ویو ٹیرس، نیویارک

۲۰ نومبر ۱۹۵۸ء

پیاری منیرہ - کافی عرصہ ہوا تمہارا ۲۶ اگست کا خط ملا تھا۔ ان دنوں میری صحت اچھی نہیں رہی اس لیے خط و کتابت کا سلسلہ بند رہا۔ اب میں تندرست ہوں اور تمہارا خط سامنے رکھ کر جواب لکھنے بیٹھ گیا ہوں۔ میں تمہیں خط اپنے دفتر سے لکھ رہا ہوں جو اقوام متحدہ کے سیکریٹریٹ کی عمارت میں دسویں منزل پر واقع ہے۔ اس عمارت کی اڑتیس منزلیں ہیں۔ ایک مستطیل سا مینار ہی سمجھو۔ دور سے دیکھو تو ایسی لگتی ہے جیسے ماچس کی ڈبیا اپنے کناروں پر کھڑی ہو۔ مطلع آج اتفاقاً نہایت صاف ہے۔ سورج کی روشنی کھڑکیوں میں سے اندر آ رہی ہے۔ یہ کھڑکیاں دریا کی جانب کھلتی ہیں۔ جو اوپر سے نظر آتا ہے وہ دریائے ہڈن کی ایک شاخ ہے جو یہاں سے کافی فاصلے پر بحر اوقیانوس میں گرتا ہے۔ اسے یہاں دریائے ایسٹ کہتے ہیں۔ اس وقت جب میں لکھ رہا ہوں تو بڑی بڑی کشتیاں اور تیل کے بیڑے دریا میں تیرتے پھرتے ہیں۔ پانی دھوپ میں چمک رہا ہے۔ دور نیچے کی طرف مجھے ان پلوں میں سے ایک پل نظر آ رہا ہے جو دریائے ایسٹ پر باندھے گئے ہیں۔ اس پل کا نام ولیمز برگ ہے۔

موسم سرما کی آمد آمد ہے۔ اگرچہ ابھی سردی بہت ہلکی ہے۔ نیویارک شہر میں برف نہیں پڑی۔ کہیں دسمبر کے آخر اور جنوری فروری میں پڑے گی۔ یہاں خزاں کا موسم سب سے دلکش ہوتا ہے۔ امریکی لوگ اسے "Fall" کہتے ہیں۔ یہ ستمبر میں ہوتا ہے۔ اس موسم میں درختوں کے پتے پہلے زرد اور پھر تانبے کی طرح سرخ ہو جاتے ہیں۔ جنگلوں میں جیسے آگ سی لگ گئی ہو۔ جہاں کئی درخت اُگے ہوتے ہیں وہ جگہ بس رنگ ریز کا کارخانہ معلوم ہوتا ہے۔ جیسے اس نے پیارے رنگوں میں کپڑے رنگ کر سونکھنے کے لیے پھیلا دیے ہوں۔ اس سال بھی فصل خزاں خوب رہی۔ عام طور پر موسم خوشگوار رہا اور کئی روز تک لگاتار جنگلوں میں گھوما جاسکتا تھا اور سیر کی جاسکتی تھی۔

جب تم نے مجھے خط لکھا تو تمھاری امی ولایت سے واپس آ چکی تھی اور ابا بھی وہیں تھے۔ اب تک تو وہ بھی لوٹ آئے ہوں گے۔ انھیں میرا سلام کہنا اور چھبھی کو پیار دینا۔ مجھے یہ بھی بتانا کہ تم نے اب تک تیرا سیکھ لیا ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو اس کی مشق کرتی رہو۔ یہ ایک ایسی تفریح ہے جو حاصل نہ کی جائے تو زندگی میں ایک خلا محسوس ہوتا ہے۔ تمھارا ہنڈکلیا تو خوب ہی چلتا ہوگا۔ جب جی چاہے مجھے خط لکھنا، مگر لکھنا ضرور۔ اور دیکھو سب کو میری جانب سے ایک بار پھر پیار دینا۔ بھولنا مت۔

تمھارا پیارا
اے۔ ایس۔ بخاری

چلتے چلتے : میں نے اس خط کی پیشانی پر جو پتا لکھا ہے، مہربانی کر کے کہیں نوٹ کر لینا اور آئندہ یہی لکھنا۔ امی سے بھی کہہ دینا کہ وہ اسے لکھ رکھیں۔ یہ میرے گھر کا پتا ہے۔ میں ایک آدھ ماہ میں یو۔ این چھوڑ رہا ہوں اور یہاں کی ایک یونیورسٹی میں کام کروں گا۔ اس لیے تمھیں میرے رہائشی پتے پر ہی خط لکھنا ہوگا۔

معنی و اشارات

Dyer	کپڑوں کو رنگنے والا	رنگ ریز	-	چار ضلعوں والی شکل جس کے چاروں	مستطیل
Amusement, enjoyment	کھیل کود	تفریح	-	زاویے قائمہ اور مقابل کے ضلع برابر ہوں	
Gap, space	مراد کی	خلا	-	Rectangle	
Children's play of cooking	بچوں کا کھانا پکانے کا کھیل	ہنڈکلیا	-	Sky	آسمان
			-	Winter	سردی کا موسم

مشق

- ✽ خط لکھنے والے اور جسے لکھا گیا ان کے نام لکھیے۔
 - ✽ انٹرنیٹ کی مدد سے خط کے لکھے جانے کا ملک اور بھیجے جانے والے ملک کے نام تلاش کر کے لکھیے۔
 - ✽ اقوام متحدہ کے سیکریٹریٹ کی عمارت کی ساخت لکھیے۔
 - ✽ کھڑکی سے نظر آنے والے دریا کا نام اور اس پر بنے پل کا نام لکھیے۔
 - ✽ منیزہ کے خط کا جواب نہ دینے کی وجہ بتائیے۔
 - ✽ پطرس بخاری کے مطابق تیرنے کی تفریح نہ سیکھنے والوں کی کیفیت لکھیے۔
 - ✽ نیویارک کے موسم خزاں کی دلکشی کو اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔
- قواعد :**
- ✽ موسم سرما کی آمد آمد ہے۔ جملے کی قسم لکھیے۔
 - ✽ اب تک وہ بھی لوٹ آئے ہوں گے انھیں میرا سلام کہنا۔
 - ✽ جملہ مفرد، مرکب یا مخلوط ہے، شناخت کیجیے۔
 - ✽ ذیل کے معنی لکھیے۔
- | | |
|----------|-------------------|
| ۱۔ دفتر | ۲۔ سیکریٹریٹ |
| ۳۔ بیڑے | ۴۔ لگاتار |
| ۵۔ ولایت | ۶۔ خلا محسوس ہونا |
- ✽ درج ذیل کے انگریزی متبادل لکھیے۔
 - ✽ اقوام متحدہ تنظیم، بحر اوقیانوس، تابنا، کارخانہ

سابقہ / لاحقہ

آپ کچھلی جماعتوں میں پڑھ چکے ہیں کہ نئے الفاظ بنانے کے لیے لفظوں کے ساتھ کچھ اور لفظ جوڑے جاتے ہیں۔ ذیل کی مثالیں دیکھیے۔

بے کار / بے حیا / بے سبب / بے شرم

ان مثالوں میں حرف 'بے' اصل لفظوں سے پہلے لگا کر نئے الفاظ بنائے گئے ہیں جو اُلٹ معنی دیتے ہیں۔

دوسری مثالیں: با وفا / با عزت / با خبر / با حیا

یہاں 'با' حرف بڑھانے سے 'والا' کے معنی حاصل ہوتے ہیں یعنی 'وفا والا' / 'عزت والا' وغیرہ۔

اس طرح اصل لفظ سے پہلے آنے والے چھوٹے لفظ کو 'سابقہ' کہتے ہیں۔

☀ پڑھے گئے اسباق میں سے سابقوں والے دس الفاظ تلاش کیجیے۔

اب ذیل کی مثالیں دیکھیے:

ذمہ دار / جاگیر دار / دوست دار / مال دار

ان مثالوں میں لفظ 'دار' اصل لفظ کے بعد لگا کر نئے الفاظ بنائے گئے ہیں۔ یہ بھی 'والا' کے معنی کے لیے ہیں جیسے ذمہ دار یعنی ذمے والا، مال دار یعنی مال والا (جس کے پاس مال ہو)۔

اصل لفظ کے بعد آنے والے چھوٹے لفظ کو 'لاحقہ' کہتے ہیں۔

☀ ذیل میں چند سابقہ اور لاحقہ دیے جا رہے ہیں۔ ان سے نئے الفاظ بنائیے۔

سابقہ: لا، نا، آن، پُر، نو، ہم

لاحقہ: گار، مند، دان، بان، ور، زار

جملے کے حصے

فاعل - مفعول - فعل

آپ پڑھ چکے ہیں کہ جملے کے دو حصے کیے جاسکتے ہیں یعنی مبتدا خبر

ذیل کے جملے کو غور سے پڑھیے۔

شاہجہاں نے تاج محل بنوایا۔

اس جملے سے پتا چلتا ہے کہ 'شاہجہاں' نے ایک کام کیا۔ جملے میں کام کرنے والے کو 'فاعل' کہتے ہیں۔ 'شاہجہاں' اس جملے میں فاعل ہے۔

جملے سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ کوئی عمارت بنوائی گئی یعنی 'تاج محل'۔ فاعل جس چیز پر کام کرتا ہے اسے 'مفعول' کہتے ہیں۔ 'تاج محل' اس جملے میں مفعول ہے۔ اسی طرح جملے کے آخر میں ایک کام سامنے آتا ہے یعنی 'بنوانا'۔ فاعل کا جو کام ہوتا ہے اسے 'فعل' کہتے ہیں۔

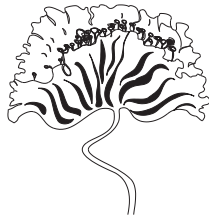
ذیل کے جملوں کو بغور پڑھیے۔

عادل شاہ	گول گنبد کی	تعمیر میں لگا ہوا تھا
عادل شاہ نے	شاندار مقبرہ	بنوایا تھا
اس نے	بلند ٹیلے کا	انتخاب کیا
فاعل	مفعول	فعل

☀ دیے ہوئے جملوں کو فاعل / مفعول / فعل میں تقسیم کیجیے۔

۱۔ یہ کثافت پھیلا رہے ہیں۔

۲۔ پولیوٹن نے ہمارے خاندان کو تباہ کر ڈالا۔



حصہ نظم

۱۔ حمدِ پاک

سرور احمد

پہلی بات : جس نظم میں خدا کی تعریف کی گئی ہو اسے حمد کہتے ہیں۔ اردو شاعری کی بعض اصناف بھی خدا کی حمد و ثنا سے شروع ہوتی ہیں مثلاً مثنوی کی ابتدا حمد سے کی جاتی ہے۔ قدیم اردو نثر میں بھی کتاب کی ابتدا حمد سے کی جاتی تھی۔ آج نثر میں اس کا چلن دکھائی نہیں دیتا۔ حمد میں اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کی قدرت کو بیان کیا جاتا ہے۔ ذیل کی حمد میں بندوں پر کیے جانے والے اللہ کے احسانات کا ذکر ہے۔

سب کا تو حاجت روا ہے اے خدا
ہر گھڑی انعام ہے ہم پر ترا
حد نہیں ہے تیرے احسانات کی
شکر تیرا ہو نہیں سکتا ادا
ہر کسی کو رزق پہنچاتا ہے تو
کس کی ایسی شان ہے تیرے سوا
تیرے در کو چھوڑ کر جائیں کہاں
کون ہے تیرے سوا مشکل کشا
تو ہی کرتا ہے مدد مظلوم کی
ہر مصیبت میں ہے تیرا آسرا

خلاصہ کلام : اس نظم میں شاعر کہہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ہر بندے کی ضرورتوں کو پورا کرنے والا ہے۔ اس کی نعمتیں سب کو ملتی رہتی ہیں۔ اس کے احسانات کبھی ختم نہیں ہوتے اور وہ ہر ایک کو روزی پہنچاتا رہتا ہے۔ ہم اللہ کے در کو چھوڑ نہیں سکتے کیونکہ وہی ہر مصیبت کو ختم کرنے والا ہے۔ وہ کمزور اور مظلوم کی مدد کرتا ہے۔ ہر مصیبت کے وقت وہی اپنے بندوں کا سہارا بنتا ہے۔

معنی و اشارات

Opresed	جس پر ظلم کیا گیا ہو	مظلوم	حاجت روا	ضرورتوں کو پورا کرنے والا مراد اللہ تعالیٰ
Limit, boundary	-	حد	One who fulfills needs, Allah	مشکل کشا
			مشکلوں کو حل کرنے والا مراد اللہ تعالیٰ	
			One who solves difficulties, Allah	

● حمد کی تعریف بیان کیجیے۔

● حمد کے ہر شعر کے مطابق اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام لکھیے۔

● حمد کے قافیے لکھیے۔

● حمد کے چوتھے شعر کو نثر میں تبدیل کیجیے۔

● خدا کے احسانات کے تعلق سے ویب خاکہ مکمل کیجیے۔

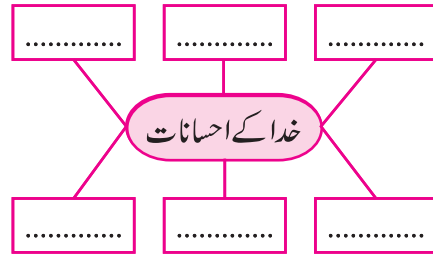
● خالی جگہ پُر کیجیے۔

۱۔ ہر گھڑی ہے ہم پر ترا

۲۔ ہر کسی کو پہنچاتا ہے تو

۳۔ کون ہے ترے سوا

۴۔ ہر میں ہے تیرا آسرا



صنعت تضاد

وگر نہ پڑھنے کو سب خاص و عام پڑھتے ہیں
ہزاروں طوطے ہیں ، کلمہ کلام پڑھتے ہیں
اس شعر میں الفاظ 'خاص و عام' ایک دوسرے کی ضد ہیں۔
جب کسی شعر میں دو متضاد الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں تو شعر
میں ایسے استعمال کو 'تضاد' کہتے ہیں۔ جیسے

اکبر نے سنا ہے اہل غیرت سے یہی
جینا ذلت سے ہو تو مرنا اچھا
اس شعر میں 'جینا' اور 'مرنا' لفظوں سے شعر میں تضاد کی
صنعت پیدا ہو گئی ہے۔

تشبیہ

جہاں تک بھی یہ صحرا دکھائی دیتا ہے
مری طرح سے اکیلا دکھائی دیتا ہے
اس شعر میں صحرا اور 'میں' (یعنی شاعر) کو ایک دوسرے کی
طرح بتایا گیا ہے۔ کسی چیز یا شخص کو مشابہت کی وجہ سے دوسری
چیز یا شخص کی طرح بتایا جائے تو دونوں کے اس ربط کو 'تشبیہ' کہتے
ہیں۔ جن حروف کو تشبیہ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے مثلاً کی
طرح، جیسے، مانند، یوں، سا وغیرہ، انھیں حروفِ مشبہ کہا جاتا
ہے۔ (اوپر کے شعر میں 'طرح')
● ذیل کے شعر میں تشبیہ کا لفظ بتائیے۔

کم ظرف اگر دولت و زر پاتا ہے
مانندِ حباب ابھر کے اتراتا ہے

● ذیل کے اشعار میں تضاد کے الفاظ تلاش کیجیے۔

گیا دن ، ہوئی شام ، آئی ہے رات
خدا نے عجب شے بنائی ہے رات
مقدر ہی سے گر سود و زیاں ہیں
تو ہم نے کچھ یہاں کھویا نہ پایا

۲۔ برسات اور پھسلن

نظیر اکبر آبادی

پہلی بات :

آج ہر شہر میں دیہات میں پکی سڑکیں بن جانے کی وجہ سے بارش کے پانی میں پھسلنے کے واقعات بہت کم دکھائی دیتے ہیں مگر اگلے زمانے میں جب دھواں دھار بارشیں ہوتیں تو راستے کیچڑ سے لت پت ہو جاتے اور ان پر چلتے وقت اکثر بڑے بوڑھے اور بچے پھسل جاتے۔ کیچڑ میں گرنے کی وجہ سے ان کی بڑی درگت ہوتی اور پھسلنے والا ہنسی کا مرکز بن جاتا۔ اس زمانے میں سیمنٹ کے پکے مکانات بھی نہیں ہوتے تھے۔ مٹی کی دیواریں پانی کا زور سنبھال نہیں پاتی تھیں اور دھڑام سے کبھی کوئی دیوار گر جاتی کبھی گھر کے دروازے گھر جاتے۔ بعض اوقات تو مسلسل بارش کی وجہ سے بڑے بڑے گھر گر جاتے۔ نظیر اکبر آبادی نے بارش کی وجہ سے پیدا ہوئے ایسے حالات کو خوبصورتی سے ذیل کی نظم میں پیش کیا ہے۔

جان پہچان :

نظیر اکبر آبادی دہلی میں پیدا ہوئے۔ ساری عمر آگرہ میں بسر کی جسے اس وقت اکبر آباد کہا جاتا تھا۔ من موجدی انسان تھے۔ ہمیشہ اپنی دھن میں رہتے۔ ان کے کلام میں بڑی روانی ہوتی ہے۔ زبان سادہ اور ستھری ہوتی ہے۔ معمولی واقعے یا موضوع پر اس انداز سے نظم کہتے ہیں کہ بات دل میں بیٹھ جاتی۔ اس نظم میں انھوں نے برسات میں پھسلنے کے واقعات اس خوبی سے بیان کیے ہیں کہ منظر سامنے ہو، ہونچ جاتا ہے۔

برسات میں جہان کا لشکر پھسل پڑا
بادل بھی ہر طرف سے ہوا پر پھسل پڑا
جھڑیوں میں مینہ بھی آ کے سراسر پھسل پڑا
چھٹا کسی کا شور مچا کر پھسل پڑا
کوٹھا جھکا، اٹاری گری، در پھسل پڑا
جھڑیوں نے اس طرح کا دیا آ کے جھڑ لگا
سُنے جدھر اُدھر کو دھڑا کے کی ہے صدا
کوئی پکارے ہے مرا دروازہ گر چلا
کوئی کہے ہے، ہائے کہوں تم سے اب میں کیا
تم در کو جھینکتے ہو مرا گھر پھسل پڑا

یاں تک ہر اک مکاں کی پھسلنے کی ہے زمیں
نکلے جو گھر سے اس کو پھسلنے کا ہے یقین
مفلس غریب پر ہی، یہ موقوف کچھ نہیں
کیا فیل کا سوار ہے، کیا پاکی نشیں
آیا جو اس زمین کے اوپر پھسل پڑا
کُچے میں کوئی اور کوئی بازار میں گرا
کوئی گلی میں گر کے ہے کیچڑ میں لوٹا
رستے کے بیچ پاؤں کسی کا رپٹ گیا
اس سب جگہ کے گرنے سے آیا جو بیچ بچا
وہ اپنے گھر کے صحن میں آ کر پھسل پڑا

خلاصہ کلام : اس نظم میں شاعر نے برسات کی وجہ سے پیدا ہونے والی پھسلن کے مختلف مناظر بیان کیے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ برسات میں لوگ پھسلن کا شکار ہوتے ہیں۔ جب بارش کی جھڑی لگتی ہے تو کسی کے گھر کی چھت، کوٹھا، اٹاری اور دروازے تک پھسل پڑتے ہیں یعنی گر جاتے ہیں۔ اس جھڑی میں ہر طرف دھڑاکے کی آواز آتی ہے۔ بارش کی وجہ سے چاروں طرف پھسلن ہی پھسلن ہے۔ جو گھر سے نکلتا ہے تو اس خدشے کے ساتھ کہ وہ کہیں نہ کہیں ضرور پھسلے گا۔ غریب مفلس ہی کی کیا بات، جو لوگ ہاتھی پر سوار یا پاکی میں بیٹھے ہیں وہ بھی پھسلن کی وجہ سے گر پڑتے ہیں۔ اس کے باوجود اگر کوئی بچ بچا کر گھر پہنچ بھی جائے تب بھی وہ اپنے صحن میں گرتا ہے۔

معنی و اشارات

Deferred	تھما ہوا	-	موقوف	Rain	بارش	-	مینہ
Elephant	ہاتھی	-	فیل	Roof	مراد چھت	-	چھتا
One carried in	پاکی میں بیٹھا ہوا	-	پاکی نشین	Terrace, roof	کھلی چھت	-	اٹاری
Palki / sedan				Cry	رونا	-	جھینکنا

مشق

نظم کا بغور مطالعہ کیجیے اور دی ہوئی سرگرمیوں کو ہدایتیوں کے مطابق مکمل کیجیے۔

- نظم سے گھر کی مختلف چیزوں کے نام تلاش کر کے لکھیے۔
- برسات کی پھسلن میں پھسلنے والوں کے نام لکھیے۔
- پھسلنے سے پہلے کی کیفیت لکھیے۔
- نظم سے متضاد اور ہم معنی الفاظ کی جوڑیاں تلاش کیجیے۔
- آپ کے خیال میں مشکل بند کونٹر میں تبدیل کیجیے۔
- نظم کے چوتھے بند کو عملی طور پر ہوتے ہوئے تصور کیجیے اور اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔
- شاعر نے برسات کے جو اثرات بیان کیے ہیں، انھیں لکھیے۔
- ان اشعار کا مطلب بتائیے۔

جھڑیوں نے اس طرح کا دیا آگے جھڑ لگا
سینے جدھر اُدھر کو دھڑاکے کی ہے صدا
مفلس غریب پر ہی ، یہ موقوف کچھ نہیں
کیا فیل کا سوار ہے ، کیا پاکی نشین
ذیل کے ہم معنی الفاظ نظم سے ڈھونڈ کر لکھیے۔

- ۱۔ بارش ۲۔ چھت کے اوپر بنا ہوا مکان
- ۳۔ بڑا پاکا مکان ۴۔ شکایت کرنا

● اس نظم میں برسات اور پھسلن کو شاعر نے بڑے دلچسپ انداز میں بیان کیا ہے۔ آپ بھی سردی کی شدت پر چند جملے لکھیے اور اس موضوع پر کسی شاعر کی نظم تلاش کر کے اپنی بیاض میں لکھیے۔

۳۔ نوعِ بشر سے محبت

نظم طباطبائی

پہلی بات :

کہا جاتا ہے کہ جو زمین والوں سے محبت کرے آسمان والا اس سے محبت کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں سے حسنِ سلوک کرنا بھی عبادت کی ایک قسم ہے۔ جو لوگ مخلوق سے محبت کرتے ہیں دنیا میں ان کی بھی عزت و توقیر کی جاتی ہے۔ نوعِ بشر سے ہمدردی اور ان کے ساتھ محبت کا عمل انسان کی دنیاوی اور اخروی کامیابی کا ذریعہ بن جاتا ہے اور اللہ کی بارگاہ میں نیک لوگوں کی فہرست میں ان کا نام درج ہوتا ہے۔ انسان سے ہمدردی کے اس عمل کی اہمیت کو شاعر نے اس نظم میں ایک واقعے کی صورت میں بیان کیا ہے۔

جان پہچان :

سید حیدر علی نظم طباطبائی (۱۸۵۲ تا ۱۹۳۳ء) ایک قادر الکلام اور کہنہ مشق شاعر تھے۔ انھوں نے کئی انگریزی نظموں کے منظوم ترجمے اردو میں اتنی کامیابی کے ساتھ کیے ہیں کہ ان پر اصل کا گمان ہوتا ہے۔ انھیں زبان و بیان پر قدرت حاصل تھی۔ ذیل کی نظم بھی انگریز شاعر لی ہنٹ کی نظم کا ترجمہ ہے۔ اس میں حضرت ابراہیم بن ادہم کے قصے کے ذریعہ یہ بتایا گیا ہے کہ بنی نوعِ انسان سے محبت افضل عبادت ہے۔

ابو ابنِ ادہمؑ پہ رحمتِ خدا کی وہ کیا دیکھتا ہے کہ نورِ قمر سے
ہوا خوابِ شیریں سے بیدار اک شب درخشاں ہیں کمرے کے دیوار و در سب

وہاں رونقِ افروز ہے اک فرشتہ ابو نے نہایت دلیری سے پوچھا
کتابِ طَلائی میں کچھ لکھ رہا ہے ”بتا اے فرشتے ! یہ تحریر کیا ہے؟“

اُٹھایا فرشتے نے سر اپنا فوراً بتایا کہ یہ نام ان اشخاص کے ہیں
نظر کی ابو پر بہ صد مہربانی جنہیں حق سے ہے اُلفتِ غیر فانی

ابو نے کہا، ”کیا مرا نام بھی ہے؟“ یہ معلوم کر کے وہ آہستہ بولا
ہلایا فرشتے نے انکار کا سر مگر اس کا دل مطمئن تھا سراسر

”مجھے کم سے کم ایسے لوگوں میں لکھ دے فرشتے نے یہ بات منظور کر لی
جو کرتے ہیں نوعِ بشر سے محبت“ لکھا نام اس کا ہوا واں سے رخصت

مگر دوسری رات پھر وہ فرشتہ ابو ابنِ ادہمؑ معاً جاگ اُٹھا
بہت شادماں ہو کے کمرے میں آیا کچھ اس قسم کی روشنی ساتھ لایا

دکھائے ان اشخاص کے نام اس نے جنہیں عشق حق نے مشرف کیا تھا
ابو ابن ادہم، مگر سب سے پہلے کتابِ طلائی میں لکھا ہوا تھا

خلاصہ کلام : اس نظم میں شاعر نے انسانی ہمدردی کی اہمیت اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اس کی اہمیت کو ایک قصے کی شکل میں بیان کیا ہے۔ ابراہیم بن ادہم ایک مشہور بزرگ ہوئے ہیں۔ وہ بڑے اللہ والے تھے اور صبر و شکر کے ساتھ زندگی گزارا کرتے۔ ایک باریوں ہوا کہ انہیں خواب میں ایک سنہری کتاب لیے فرشتہ نظر آیا۔ انہوں نے فرشتے سے پوچھا کہ اس کتاب میں کیا لکھا ہے تو فرشتے نے کہا کہ اللہ سے محبت کرنے والوں کے نام ہیں۔ اپنے نام کے متعلق انہوں نے فرشتے سے پوچھا تو فرشتے نے انکار کر دیا۔ ابن ادہم نے کہا کہ کم از کم میرا نام لوگوں سے محبت کرنے والوں ہی میں درج کر دے۔ دوسرے دن دوبارہ فرشتہ آیا تو لوگوں سے محبت کرنے کی بنیاد پر ان کا نام کتاب میں سب سے اوّل نمبر پر تھا۔

معنی و اشارات

Shining	روشن	- درخشاں	حضرت ابراہیم ادہم مراد ہیں جو بلخ کے
Present	مراد موجود	- رونق افروز	بادشاہ تھے۔ انہوں نے بادشاہی چھوڑ کر
Golden	سنہری	- طلائی	درویشی اختیار کر لی تھی۔
Glad, happy	خوش	- شادماں	Abou ben Adhem
At the same instant, فوراً، اچانک	-	معاً	Sleep مراد نیند
Endowed	جسے شرف اور بزرگی حاصل ہو	- مشرف	خواب شیریں - میٹھی نیند، اطمینان اور آرام کی نیند
			Sweet dreams, healthy sleep

مشق

نظم ’نوع بشر سے محبت‘ کا بغور مطالعہ کیجیے اور ذیل کی سرگرمیوں کو مکمل کیجیے۔

● بیان مکمل کیجیے۔

- ۱۔ فرشتہ اپنی کتاب میں لکھ رہا تھا کہ
- ۲۔ ابو ابن ادہم نے فرشتے سے کہا کہ
- ۳۔ دوسری رات فرشتے کی کتاب میں ابو ابن ادہم کا نام سب سے اوپر لکھا ہوا تھا کیونکہ

● اس نظم کا مرکزی خیال بیان کیجیے۔

● درج ذیل شعر کا مطلب سمجھائیے۔

”مجھے کم سے کم ایسے لوگوں میں لکھ دے
جو کرتے ہیں نوع بشر سے محبت“

● فرشتہ جن افراد کے نام لکھ رہا تھا، ان کی خصوصیت لکھیے۔

● دوسرے دن فرشتے کی شادمانی کا سبب لکھیے۔

● ابو ابن ادہم کا وہ سوال لکھیے جس کا جواب فرشتے نے انکار میں دیا۔

❁ ابوابن ادہم کی اُس التجا کو لکھیے جس کو فرشتے نے قبول کیا تھا۔

❁ نظم کو پڑھ کر ذیل کی واقعاتی ترتیب درست کیجیے۔

۱۔ فرشتے کا شادماں آنا

۲۔ ابوابن ادہم کا فرشتے سے سوال کرنا

۳۔ کتابِ طلائی میں سب سے پہلا نام ہونا

۴۔ ابوابن ادہم کا نیند سے جاگنا

❁ ابوابن ادہم کا نام طلائی کتاب میں سب سے پہلے لکھ جانے پر اپنے خیال کا اظہار کیجیے۔

❁ ذیل کے اشعار کے مفہوم کو اپنے لفظوں میں لکھیے۔

دکھائے ان اشخاص کے نام اس نے

جنہیں عشقِ حق نے مشرف کیا تھا

ابو ابن ادہم ، مگر سب سے پہلے

کتابِ طلائی میں لکھا ہوا تھا

❁ 'انسانوں سے محبت پر دس جملوں کا مضمون لکھیے۔

قواعد:

❁ ذیل کی سرگرمیاں ہدایت کے مطابق مکمل کیجیے۔

❁ نظم کے دوسرے بند کا قافیہ نقل کیجیے۔

❁ لغت کی مدد سے ذیل کے معنی تلاش کر کے لکھیے۔

۱۔ ابو ۲۔ ابن

۳۔ نوعِ بشر ۴۔ مشرف

۵۔ عشقِ حق ۶۔ غیر فانی

۷۔ نورِ قمر ۸۔ فرشتہ

❁ ذیل کے واحد/جمع لکھیے۔

۱۔ اشخاص ۲۔ کتاب

۳۔ نور ۴۔ اقسام

استعارہ

یہ شعر پڑھیے:

سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا

ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا

اس شعر میں ہندوستان کو گلستاں اور 'ہم' کو 'بلبلیں' کہا گیا ہے۔

یہاں یہ نہیں کہا کہ ہندوستان گلستاں کی طرح ہے اور ہم بلبل جیسے ہیں۔

اگر ایسا ہوتا تو یہ تعلق تشبیہ کا ہوتا۔ یہاں حرفِ تشبیہ (طرح، مانند

وغیرہ) استعمال نہیں کیے گئے ہیں۔ جب حرفِ تشبیہ کے بغیر دو اسموں کو

ایک جیسا بتایا جاتا ہے تو شعر میں اس صنعت کو 'استعارہ' کہتے ہیں۔

❁ ذیل کے شعر میں استعارے کے الفاظ تلاش کیجیے۔

پر بت وہ سب سے اونچا ہمسایہ آسمان کا

وہ سنتری ہمارا ، وہ پاسباں ہمارا

گودی میں کھیتی ہیں اس کی ہزاروں ندیاں

گلشن ہے جن کے دم سے رشکِ جناں ہمارا

۴۔ اعلانِ جمہوریت

جگر مراد آبادی

پہلی بات :

عوام کی، عوام کے لیے اور عوام کے ذریعے چلائی جانے والی حکومت کو جمہوریت کہتے ہیں۔ اس طرزِ حکومت کے دستور میں عدل و انصاف، مساوات اور قومی یکجہتی پر زور دیا جاتا ہے۔ یہ دستور تحریری ہوتا ہے اور حکومت اسی کی روشنی میں رفاہِ عامہ کے کام کرتی ہے۔ بھید بھاؤ، نفرت اور عدم مساوات کے لیے جمہوری دستور میں کوئی جگہ نہیں۔ انگریزوں کی غلامی سے آزادی کے بعد ہندوستان میں جمہوریت کا نفاذ ہوا اور حکومت چلانے کے لیے دستور بنایا گیا۔ اس دستور کی رو سے حکومت کو پابند کیا گیا کہ مذہب و نسل کے فرق کے بغیر عوام کی فلاح و بہبود کے کام کرتی رہے۔ ذیل کی نظم میں شاعر جمہوریت کا خوش آئند اعلان سن کر پُر امید نظر آ رہا ہے۔

جان پہچان :

جگر کا اصل نام علی سکندر تھا۔ ان کے والد مولوی علی تھے جو نظرِ تخلص کرتے تھے۔ جگر ۱۸۹۰ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم انھوں نے گھر ہی پر حاصل کی۔ انھیں بچپن ہی سے شاعری کا شوق تھا۔ انھوں نے اوّل اوّل اپنے والد سے اصلاح لی پھر داغ کے شاگرد ہوئے۔ 'داغ جگر، شعلہ طور' اور 'آتش گل' ان کے شعری مجموعے ہیں۔ علی گڑھ یونیورسٹی نے جگر کو ڈی۔ لٹ کی اعزازی ڈگری سے نوازا تھا۔ ۱۹۶۰ء میں ان کا انتقال ہوا۔

خدا کرے کہ یہ دستور سازگار آئے

جو بے قرار ہیں اب تک ، انھیں قرار آئے

بہار آئے اور اس شان کی بہار آئے

کہ پھول ہی نہیں کانٹوں پہ بھی نکھار آئے

وہ سرخوشی ہو کہ خود سرخوشی بھی رقص کرے

وہ زندگی ہو کہ خود زندگی کو پیار آئے

چمن چمن ہی نہیں جس کے گوشے گوشے میں

کہیں بہار نہ آئے کہیں بہار آئے

دلوں پہ نقش نہ رہ جائے کوئی نفرت کا

یہ فتنہ بن کے نہ آشوبِ روزگار آئے

نمائشی ہی نہ ہو یہ نظامِ جمہوری

حقیقتاً بھی زمانے کو سازگار آئے

خلوص و عدل و مساوات دل میں گھر کر لیں

نہ یہ کہ ذکرِ زباں پر ہی بار بار آئے

زبان و دل میں بہم ارتباط ہو ایسا

کہ جو زبان کہے ، دل کو اعتبار آئے

خلاصہ کلام : ۲۶ جنوری ۱۹۵۰ء کو جب ہمارے ملک میں جمہوری حکومت کا نظام قائم ہوا تو شاعر نے اس طرح کی حکومت کے قیام کو مبارک مان کر بہت سے خیالات کا ذکر کیا ہے۔ وہ چاہتے ہیں جمہوریت کا دستور ہمارے ملک کے لیے مناسب رہے جو لوگ ایسا نظام چاہتے تھے، ان کے دلوں کو اب سکون ملنا چاہیے۔ ملک کے باغ میں ہر طرف بہار آجائے اور اس کا گوشہ گوشہ خوشی سے ناپنے لگے۔ یہ قانون دلوں سے نفرت کو ختم کر دے اور زمانے کی مصیبتوں کو مٹا دے۔ شاعر کو اُمید ہے کہ یہ طریق حکومت دکھاوے کا نہیں ہوگا اور اس کی وجہ سے ہر طرف انصاف، برابری اور بھلائی کا ذکر پھیل جائے گا۔ جو بات دل میں ہوگی وہی زبان پر آئے گی یعنی سننے والے کو کہنے والے کی باتوں پر اعتبار آئے گا۔

معنی و اشارات

System of democracy	جمہوری حکومت کا طریق کار	Constitution	قانون، آئین	دستور
Justice	انصاف	Favourable	مناسب	سازگار
Equality	برابری	Cheerfulness	مستی، خوشی	سرخوشی
Together	ایک ساتھ	Trouble	مصیبت	فتنہ
Connection	رابطہ، تعلق	Disturbance, hard time	زمانے کی خرابی	آشوب روزگار
		Artificial, formal	دکھاوے کا	نمائشی

مشق

- نظم کے پس منظر میں جمہوری دستور کی تعریف بیان کیجیے۔
- نظم سے صنعتِ تضاد کا شعر تلاش کر کے لکھیے۔
- شاعر کے مطابق بہار کے معیار کو بیان کیجیے۔
- شاعر جس دستور کی بات کر رہا ہے، اس کی خصوصیات لکھیے۔
- اس شعر کی تشریح کیجیے۔
- وہ سرخوشی ہو کہ خود سرخوشی بھی رقص کرے
- وہ زندگی ہو کہ خود زندگی کو پیار آئے
- جمہوریت سے متعلق شاعر کے خیالات کو اپنے الفاظ میں قلم بند کیجیے۔
- زبان اور دل کے بارے میں شاعر کا خیال بیان کیجیے۔
- اس نظم کے کئی مصرعوں میں الفاظ کی تکرار ہے۔ انھیں تلاش کر کے لکھیے۔
- ذیل کے محاوروں کے معنی لکھ کر انہیں اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔
- ۱۔ دل پر نقش رہ جانا
- ۲۔ دل میں گھر کر لینا
- ذیل کے معنی لکھیے۔
- ۱۔ نکھار
- ۲۔ رقص
- ۳۔ پیار آنا
- ۴۔ چمن
- ۵۔ خلوص

۵۔ علم و عمل

محمد حسین آزاد

پہلی بات : علم حاصل کرنا ایک فریضہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ علم کے بغیر آدمی خدا کو بھی نہیں پہچانتا۔ علم آدمی کو عمل کی سیدھی راہ دکھاتا ہے لیکن ایسا علم جو عمل کی رغبت نہ دلائے، وہ اس پیڑ کی طرح ہے جو پھول اور پھل سے محروم ہے۔ ایسے علم سے انسان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ ایک بے عمل عالم اس اونٹ کی طرح ہے جس کی پیٹھ پر کتابیں لدی ہوئی ہوں مگر ان کتابوں سے اسے کوئی فائدہ نہ پہنچے۔ ذیل کی نظم میں عمل کی ترغیب دینے والے علم کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔

جان پہچان : مولانا محمد حسین آزاد ۱۸۳۰ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد مولوی محمد باقر ایک اخبار نکالا کرتے تھے جس کا نام دہلی اُردو اخبار تھا۔ آزاد کی ابتدائی تعلیم مروجہ طریقے پر ہوئی۔ بعد میں محمد باقر نے آزاد کو مشہور شاعر ذوق کے سپرد کر دیا۔ انھوں نے آزاد کو زبان و ادب کی تعلیم دی اور عربی، فارسی زبان سے بھی واقف کرایا۔ انھیں لاہور کے زمانہ قیام میں محکمہ تعلیم میں ملازمت مل گئی۔ دورانِ ملازمت انھوں نے طلبہ کے لیے نصابی کتابیں بھی تیار کیں۔ ان کی تصانیف میں ’آب حیات‘، ’نیرنگ خیال‘، ’خُن دانِ فارس‘ اور ’دربار اکبری‘ نہایت اہم تسلیم کی جاتی ہیں۔ ۱۹۱۰ء میں آزاد کا انتقال ہوا۔

مجھے غرض نہیں ، کالج میں تم پڑھے کہ نہیں
جماعتوں کے مدارج پہ تم چڑھے کہ نہیں
کتابیں پڑھ کے جو کی حفظ ہر زبان تو کیا
اور ان میں پاس ہوئے دے کے امتحان تو کیا
تمہارے خُلق پہ بھی کچھ اثر ہوا کہ نہیں
زباں سے کہنے کی دل تک گئی صدا کہ نہیں
جو کچھ کہ منہ سے کہو ، اس کا لو اثر دل میں
کہ ہے کتابوں میں جو کچھ کرے وہ گھر دل میں
وگرنہ پڑھنے کو سب خاص و عام پڑھتے ہیں
ہزاروں طوطے ہیں کلمہ کلام پڑھتے ہیں
جو مجھ سے پوچھو تو پھر بھی ہے ناتمام وہ علم
تمام جب ہو کہ پہنچائے فیضِ عام وہ علم
وہ علم جس سے کہ اوروں کو فائدہ نہ ہوا
ہمارے آگے برابر ہے وہ ، ہوا نہ ہوا

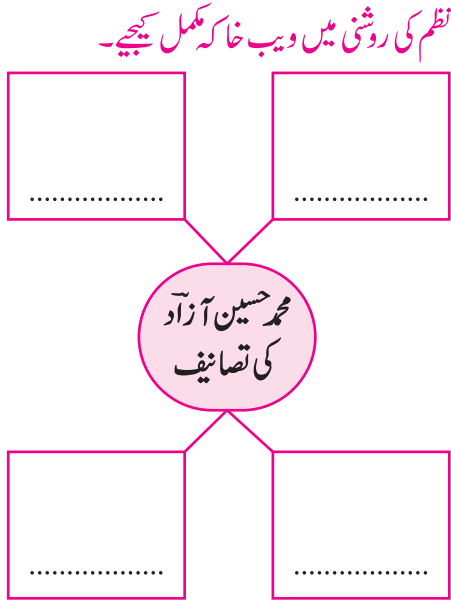
خلاصہ کلام : شاعر کے نزدیک یہ بات اہم نہیں کہ آپ نے علم حاصل کیا، مختلف زبانیں سیکھیں اور امتحانات میں کامیابی حاصل کی۔ شاعر یہ چاہتا ہے کہ علم سے آراستہ ہونے کے بعد آپ کے اخلاق میں بھی سدھار پیدا ہو۔ جو علم تم نے سیکھا ہے وہ صرف یادداشت تک ہی محدود نہیں رہنا چاہیے بلکہ اس کا اثر دل پر بھی ہونا چاہیے۔ یوں تو طوطا بھی کلمہ پڑھتا ہے لیکن بے سود۔ اگر علم سے لوگوں کو فائدہ نہ پہنچے تو شاعر کے نزدیک اس کا حاصل کرنا نہ کرنا برابر ہے۔

اس نظم میں شاعر کہتا ہے کہ علم حاصل کرتے وقت یہ دھیان رہے کہ اس علم پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ علم تمہارے اخلاق کو سنوارے، تم کتابوں میں جو کچھ پڑھو، اس پر عمل بھی کرو۔ ایسا نہ ہو کہ طوطے کی طرح کچھ باتوں کو رٹ لو اور اسے دہراتے رہو۔ علم ایسا ہو کہ تمہاری ذات تک محدود نہ رہے بلکہ اس کا فائدہ دوسروں تک بھی پہنچے کیونکہ بے فائدہ علم ہونے نہ ہونے سے کسی کا بھلا نہیں ہوتا۔

معنی و اشارات

Otherwise, or else	- ورنہ	دگر نہ	مدارج	- زینے	Stages
Be finished, completed	- پورا ہونا، ختم ہونا	تمام ہونا	حفظ کرنا	- زبانی یاد کرنا	Learn by heart
Benefit, grace	- فائدہ	فیض	خلق	- اخلاق، برتاؤ	Character, behaviour
			دل میں گھر کرنا	- پسند آنا	Win heart/affection (of)

مشق



- مولوی محمد باقر کے اخبار کا نام لکھیے۔
- پڑھے لکھوں کو شاعر نے جو نصیحت کی ہے، اُسے لکھیے۔
- ان چیزوں کے نام لکھیے جن سے شاعر کو کوئی غرض نہیں۔
- علم کی خصوصیات بیان کیجیے۔
- ’علم بغیر عمل‘ کی خامیاں گنوائیے۔
- علم کے تمام ہونے کی شرط تحریر کیجیے۔
- نظم سے ردیف، قافیہ کی جوڑیاں لکھیے۔
- معنی کی مناسبت سے اعراب لگائیے۔

- ۱۔ اخلاق - خلق
 - ۲۔ لوگ/عوام - خلق
- ذیل کے ہم معنی الفاظ لکھیے۔

- ۱۔ غرض
- ۲۔ صدا
- ۳۔ کلام

پہلی بات :

رات کے دن میں بدلنے اور مختلف موسموں کے آنے جانے سے ہمیں تبدیلی کا احساس ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو ہم زندگی کی یکسانیت سے بیزار ہو جائیں۔ خدا نے دن کام کرنے کے لیے بنایا اور تھکے ماندے انسانوں اور جانداروں کے آرام کرنے کے لیے رات بنائی۔ ذیل کی نظم میں شاعر نے رات کی راحت و آرام کو خوب صورت انداز میں بیان کیا ہے۔

جان پہچان :

اسماعیل میرٹھی کی پیدائش میرٹھ میں ۱۸۴۳ء میں ہوئی۔ انھوں نے رڑکی کے کالج میں انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کی اور میرٹھ میں انسپکٹر آف اسکول کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ انھوں نے ’اُردو زبان کا قاعدہ‘ اور ’اُردو کی پہلی کتاب‘ بھی تیار کی تھی۔ اسماعیل میرٹھی نے آسان اور سادہ زبان میں بچوں کے لیے نظمیں لکھیں جو بہت مقبول ہوئیں۔ بچوں کے ادب میں انھیں نمایاں مقام حاصل ہے۔ یکم نومبر ۱۹۱۷ء کو میرٹھ میں ان کا انتقال ہو گیا۔

گیا دن ، ہوئی شام ، آئی ہے رات
نہ ہو رات تو دن کی پہچان کیا
ہوئی رات ، خلقت چھٹی کام سے
مسافر نے دن بھر کیا ہے سفر
درختوں کے پتے بھی چپ ہو گئے
اندھیرا اُجالے پہ غالب ہوا
ہوئے روشن آبادیوں میں چراغ
کسان اب چلا کھیت کو چھوڑ کر
تھپک کر سُلایا اسے نیند نے
غریب آدمی جو کہ مزدور ہیں
وہ دن بھر کی محنت کے مارے ہوئے
نہایت خوشی سے گئے اپنے گھر
ہوئے بال بچے بھی خوش دیکھ کر
گئے بھول سب بال بچوں کا غم
سویرے کو اُٹھیں گے اب تازہ دم

خلاصہ کلام : شاعر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ بے شمار نعمتوں میں رات ایک بڑی نعمت ہے۔ رات سے ہی دن کی پہچان ہے۔ مسافر دن بھر سفر کا حوصلہ کرتا ہے اور شام کو آرام کی غرض سے منزل پر ٹھہرتا ہے۔ جیسے جیسے دن ڈھلتا جاتا ہے اندھیرا اُجالے پر چھا جاتا ہے۔ سرشام آبادیوں میں چراغ روشن ہو جاتے ہیں۔ کسان، غریب مزدور دن بھر محنت و مشقت کے بعد تھکے ماندے ہونے کے باوجود خوشی خوشی گھر پہنچتے ہیں تو بیوی بچے بھی خوش ہو جاتے ہیں۔ نیند سب غم پریشانی بھلا دیتی ہے اور وہ رات کو اطمینان سے سو جاتے ہیں اور دوسرے دن صبح ہی تازہ دم ہو کر پھر اپنے اپنے کام کے لیے نکل پڑتے ہیں۔

معنی و اشارات

طالب	- طلب کرنے والا، مانگنے والا	Enjoy oneself	- لطف اٹھانا	مزہ اٹھانا
شب بسر کرنا	- رات گزارنا	Mankind	- لوگ	خلقت
تردد	- پریشانی	Overcome, defeat	- چھا جانا	غالب آنا
		Leisure, freedom	- فرصت، نجات	فراغ

مشق

● ستون 'الف' اور ستون 'ب' کے مصرعوں کی مناسب جوڑیاں لگا کر مکمل شعر لکھیے۔

ستون 'ب'

ستون 'الف'

- ۱۔ نہ ہو رات تو دن کی پہچان کیا
- ۲۔ مسافر نے دن بھر کیا ہے سفر
- ۳۔ اندھیرا اُجالے پہ غالب ہوا
- ۴۔ تھپک کر سلایا اسے نیند نے
- ۵۔ غریب آدمی جو کہ مزدور ہیں
- ۶۔ نہایت خوشی سے گئے اپنے گھر

- 'رات ہوگئی' اس کو ظاہر کرنے والا مصرع لکھیے۔
- نظم سے چار ہم معنی الفاظ کی جوڑیاں تلاش کر کے لکھیے۔
- رات اور دن خدا کی نعمتیں ہیں۔ اس پر چند جملے لکھیے۔
- درج ذیل الفاظ کے ہم صوت الفاظ لکھیے۔

انسان	غالب	چراغ	غم
↓	↓	↓	↓
.....			

● الفاظ کی تبدیلی کے بغیر ان مصرعوں کو نثر میں لکھیے۔

مثال : گیارہ دن ہوئی شام آئی ہے رات

جواب : دن گیا، شام ہوئی، رات آئی ہے۔

- ۱۔ خموشی سی چھائی سرِ شام سے
- ۲۔ مسافر نے دن بھر کیا ہے سفر
- ۳۔ ہوئے روشن آبادیوں میں چراغ
- ۴۔ ہوا سب کو محنت سے حاصل فراغ
- ۵۔ تھپک کر سلایا اسے نیند نے

● نظم سے صنعت تضاد کے دو شعر تلاش کر کے لکھیے۔

● نظم کے حوالے سے شام کا منظر لکھیے۔

۷۔ ایک گھوڑا اور اس کا سایہ

ماخوذ

پہلی بات : آدمی اکثر وہم کا شکار ہو جاتا ہے۔ مختلف قسم کی توہمات میں گھر کر وہ خود اپنی ترقی کے کاموں میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔ کبھی بلی آڑے آ جانے سے وہ نہایت اہم کام کرنے سے رُک جاتا ہے، کبھی چھینک آ جانے کو بدشگونی قرار دے کر کام سے ہاتھ اٹھا لیتا ہے۔ بھوت، چڑیل پروہ یقین رکھتا ہے اور ان سے خوف زدہ ہو کر ہمیشہ پریشان رہتا ہے۔ ایسی موہوم کمزوریوں کو شاعر نے اس نظم میں بڑے مؤثر انداز میں سمجھایا ہے۔

ایک گھوڑا تھا نہایت عیب دار
اپنے سایے سے بدکتا بار بار
اس سے مالک نے خفا ہو کر کہا
سن تو احق ! جس سے تو ہے ڈر رہا
جسم کا تیرے ہی تو سایہ ہے وہ
کچھ درندہ ہے نہ چوپایہ ہے وہ
جسم رکھتا ہے ، نہ اس کے جان ہے
تو بڑا ڈرپوک اور نادان ہے
یوں دیا گھوڑے نے مالک کو جواب
سچ کہا یہ آپ نے لیکن جناب
آدمی سے بڑھ کے میں وہی نہیں
اُن ہوئی باتوں کا ہے جس کو یقین
بھوت کا قصہ کہانی کے سوا
کچھ نشان گھر میں نہ جنگل میں پتا
بھوت سے ڈرنا بھی کوئی بات ہے
کیا ہی وہی آدمی کی ذات ہے
سایہ تو آنکھوں سے آتا ہے نظر
کیا عجب ہے جو ہوا مجھ پر اثر
اپنے دکھ کا کیجیے اول علاج
دوسروں کا پوچھیے پیچھے مزاج

خلاصہ کلام :

اس نظم میں شاعر نے ایک گھوڑے کا واقعہ بیان کیا ہے جو اپنے ہی سایے سے بار بار بدکتا تھا۔ اس کے مالک نے ایک دن خفا ہو کر اسے سمجھایا کہ وہ جس سایے سے ڈر رہا ہے وہ نہ درندہ ہے نہ کوئی چوپایہ۔ نہ اس کو جسم ہے نہ جان۔ وہ تو اسی کا سایہ ہے۔ اس کی بات سن کر گھوڑے نے کہا کہ میں تو محض ایک چوپایہ ہوں لیکن مجھ سے بڑھ کر وہی تو انسان خود ہے جو نہ ہونے والی باتوں پر یقین کرتا ہے اور بھوت سے ڈرتا ہے جس کا کوئی وجود نہیں۔ بھوت نہ گھروں میں ہوتے ہیں نہ جنگل میں۔ مجھے تو اپنا سایہ آنکھوں سے نظر آ جاتا ہے۔ اسے دیکھ کر میں ڈر جاتا ہوں لیکن آدمی تو نہ دکھائی دینے والی چیز سے بھی ڈر جاتا ہے۔ مجھ سے زیادہ وہی تو آدمی ہے۔ اس لیے دوسروں کو نصیحت کرنے سے پہلے آپ اپنے وہم کا علاج کیجیے۔

معنی و اشارات

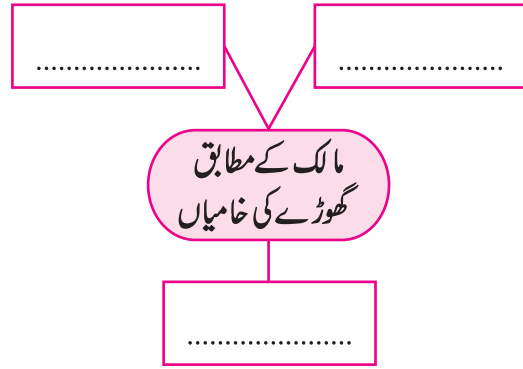
وہمی - شک کرنے والا
Illusioned
اُن ہوئی - جو نہ ہوئی ہو
Not happened
مزانج پوچھنا - حالت معلوم کرنا
To know
someone's well-being

خفا ہونا - غصہ ہونا
Get angry
احمق - بے وقوف، بے عقل
Stupid
درندہ - چیر پھاڑ کرنے والا جنگلی جانور
Beast
چوپایہ - چار پیروں والا جانور
Quadruped, four limbed animals

مشق

نظم کو غور سے پڑھ کر ذیل کی سرگرمیوں کو ہدایت کے مطابق مکمل کیجیے۔

ذیل کے ویب خاکے کو نظم کے پس منظر میں مکمل کیجیے۔



گھوڑے اور انسان کے مشترک عیب کو بیان کیجیے۔

گھوڑے اور انسان جن چیزوں سے ڈرتے ہیں ان کے نام لکھیے۔

سایہ اور بھوت کی حقیقت بیان کیجیے۔

نظم سے صفت کے الفاظ تلاش کر کے لکھیے۔

ذیل کے حرفی جال سے نظم کے قافیے لکھیے۔

مثلاً : سوا ، پتا

پ	ظ	ث	ل	ع
ی	ن	ت	س	ک
م	ڈ	د	ر	ا
ز	ج	ن	ق	و
ے	ہ	ی	ب	ں

ذیل کے ہم معنی الفاظ نظم سے تلاش کر کے لکھیے۔

۱۔ بے وقوف
۲۔ ڈر کر اچھلنا
۳۔ خواہ مخواہ ڈرنا
۴۔ خامی

۸۔ کرن

ضمیر اظہر

پہلی بات :

خدا نے سورج، چاند وغیرہ بنائے ہیں۔ ہمیں کام کرنے کے لیے روشنی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ روشنی ہمیں سورج کی کرنوں سے حاصل ہوتی ہے۔ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کی کرنیں زمین پر ہر جگہ پھیل جاتی ہیں۔ سورج کی روشنی کئی شکلوں میں ہمارے سامنے آتی ہے۔ کہیں شفق، کہیں دھنک اور کہیں چاندنی کی شکل میں۔ ذیل کی نظم میں شاعر نے سورج کی کرنوں کے رنگ روپ کو مختلف انداز میں پیش کیا ہے۔

میں رنگ روپ کی رانی
شفق کی بگیا سپنا میرا، دھنک ہے مری کہانی

میں رنگ روپ کی رانی

ڈار ڈار پر جھولا جھولوں، پھول پھول پر ناچوں
کلی کلی کا چوم کے مکھڑا، جھوم جھوم کر ناچوں

چمن چمن میں گھوم گھوم کر سنوں پون کی بانی
میں رنگ روپ کی رانی

کول تارے موتی میرے، چاند ہے میری نیا
جگمگ جگمگ کرنے والا جگنو میرا بھیا

مجھ من موہن، سندر کی نگری ہے کتنی سہانی
میں رنگ روپ کی رانی

کنول کنول پر منڈلاتی ہوں جب من کو بہلانے
دیکھ کے اپنے آئینے میں میرے پنکھ سہانے

چلتے چلتے ٹک جائے ندی کا بہتا پانی
میں رنگ روپ کی رانی

جانتی ہوں میں جیون میرا ہے اک کچا موتی
پل دو پل میں مل جائے گی خاک میں جس کی جوتی

پھر بھی مسکا مسکا کر جیتی ہوں میں دیوانی
میں رنگ روپ کی رانی

خلاصہ کلام :

اس نظم میں سورج کی کرن اپنی خوبیاں بیان کرتی ہوئی کہہ رہی ہے کہ میں روپ کی رانی ہوں۔ شفق اور دھنک میرے روپ ہیں۔ سورج کی کرنیں سات رنگوں کا مرکب ہوتی ہیں۔ اسی لیے شاعر نے اسے روپ کی رانی کہا ہے۔ میں باغ میں شاخوں پر جھولا جھولتی ہوں، کلیوں اور پھولوں کا منہ چومتی ہوں، آسمان پر بکھرے ہوئے ستارے میرے موتی ہیں، چاند میری ناؤ ہے اور جگنو میرا بھائی ہے۔ میں کنول کے پھول پر منڈلاتی ہوں۔ میرے خوبصورت پروں کو اپنے آئینے میں دیکھ کر ندی کا پانی رُک جاتا ہے۔ میری زندگی ایک کچے موتی کی طرح ہے جس کی روشنی جلد ختم ہو جائے گی۔ یہ جانتے ہوئے بھی میں ہنسی خوشی زندگی گزارتی ہوں۔

معنی و اشارات

Soft, tender	نرم	کول	رنگ روپ	خوبصورتی	Appearance,
Boat	ناؤ	نیٹا	بگیا	باغیچہ	complexion and look
Bustee, colony	بستی، آبادی	نگری	ڈار	ڈالی	Garden
Pleasant, attractive	دل پسند	من موہن	پون	ہوا	Branch
Flame	چراغ کی لُو	جوتی	بانی	آواز	Wind
					Voice

مشق

نظم کرن کا بغور مطالعہ کیجیے اور دی ہوئی سرگرمیوں کو ہدایات کے مطابق مکمل کیجیے۔

- ۱۔ اس گیت کے کسی بند کو نقل کیجیے۔
 - ۲۔ ندی کے چلتے چلتے رک جانے کا سبب لکھیے۔
 - ۳۔ چاند کو نیا اور جگنو کو بھیا کہنے کا سبب لکھیے۔
 - ۴۔ رنگ روپ کی رانی کے ذریعے انسان کو کی گئی نصیحت کو واضح کیجیے۔
- نظم 'کرن' سے ہندی کے الفاظ الگ کر کے اُن کے اُردو ہم معنی الفاظ لکھیے۔
- گیت کے قافیوں کی فہرست بنائیے۔
- اس گیت کے معنی و اشارات سے پانچ الفاظ منتخب کر کے انہیں حروفِ تہجی کی ترتیب میں لکھیے۔

۹۔ غزلیات

غزل شاعری کی اُس مقبول ترین صنف کو کہتے ہیں جس میں نظم کی طرح شروع سے آخر تک ایک ہی خیال نہیں ہوتا بلکہ ہر شعر کا مضمون الگ ہوتا ہے۔ غزل میں اشعار کی تعداد مقرر نہیں ہے مگر کم سے کم پانچ اشعار کی پابندی کی جاتی ہے۔ غزل کے پہلے شعر کے دونوں مصرعوں میں قافیہ ہوتا ہے جسے مطلع کہتے ہیں۔ قافیہ کے بعد لفظ یا الفاظ کا جو مجموعہ ہوتا ہے اسے ردیف کہا جاتا ہے۔ غزل میں ہر شعر کے دوسرے مصرعے میں قافیہ ہوتا ہے۔ ردیف بھی لائی جاتی ہے۔ عام طور پر آخری شعر میں شاعر کا تخلص ہوتا ہے۔ اس آخری شعر کو مقطع کہتے ہیں۔

غزل - ذوق

جان پہچان : شیخ محمد ابراہیم ذوق ۱۷۹۹ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ وہ آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کے استاد تھے۔ بادشاہ نے انھیں 'ملک الشعراء' اور 'خاقانی ہند' کے خطابات سے نوازا تھا۔ ذوق بنیادی طور پر قصیدے کے شاعر ہیں۔ سودا کے بعد وہ اردو کے سب سے بڑے قصیدہ نگار مانے جاتے ہیں۔ ۱۸۵۴ء میں ان کا انتقال ہوا۔

اسے ہم نے بہت ڈھونڈا ، نہ پایا اگر پایا تو کھوج اپنا نہ پایا
مقدّر ہی سے گر سود و زیاں ہیں تو ہم نے کچھ یہاں کھویا نہ پایا
احاطے سے فلک کے ہم تو کب کے نکل جاتے مگر رستا نہ پایا
کبھی تو اور کبھی تیرا رہا غم غرض خالی دل شیدا نہ پایا
نظیر اس کا کہاں عالم میں اے ذوق
کوئی ایسا نہ پائے گا ، نہ پایا

معنی و اشارات

Lover	- چاہنے والا دل	دل شیدا	Fate	- قسمت	مقدّر
Same, match	- مثال	نظیر	Profit and loss	- نفع اور نقصان	سود و زیاں
			Sky	- آسمان	فلک

مشق

ستون 'الف' کے الفاظ کے معنی ستون 'ب' میں دیے ہوئے ہیں۔ مناسب جوڑیاں لگائیے۔

ستون الف: الفاظ	ستون ب: معنی
کھوج	مثال
مقدّر	دنیا
فلک	قسمت
نظیر	تلاش
عالم	آسمان

اس غزل کا مطلع تلاش کر کے لکھیے۔

یہ شعر کس صنعت کا ہے؟

مقدّر ہی سے گر سود و زیاں ہیں
تو ہم نے کچھ یہاں کھویا نہ پایا

اس غزل کی ردیف لکھیے۔

شاعر کا دل کبھی خالی نہ رہا۔ وجہ لکھیے۔

”بہت ڈھونڈا، نہ پایا“ سے مراد.....

غزل - مومن خان مومن

جان پہچان : مومن خان مومن دہلی میں ۱۸۰۰ء میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے مختلف علوم میں مہارت حاصل کی تھی۔ ریاضی، علم نجوم اور موسیقی کے علاوہ علم طب کی باضابطہ تعلیم حاصل کی تھی۔ ان کا شعری سرمایہ غزلوں، مثنویوں اور قصیدوں پر مشتمل ہے لیکن انھوں نے کبھی بادشاہوں کی شان میں قصیدے نہیں لکھے۔ ان کی شاعری میں جذبات کی اصلیت اور صنائع بدائع کا استعمال زیادہ نظر آتا ہے۔ ۱۲/۱۸۵۱ء کو دہلی میں ان کا انتقال ہو گیا۔

ہم سمجھتے ہیں آزمانے کو
عذر کچھ چاہیے ستانے کو
سنگِ در سے ترے نکالی آگ
ہم نے دشمن کا گھر جلانے کو
برق کا آسمان پر ہے دماغ
پھونک کر میرے آشیانے کو
کوئی دن ہم جہاں میں بیٹھے ہیں
آسمان کے ستم اٹھانے کو
چل کے کعبے میں سجدہ کر مومن
چھوڑ اس بُت کے آستانے کو

معنی و اشارات

Excuse	- حیلہ، بہانہ	عذر
Stone of threshold	- دہلیز کا پتھر	سنگِ در
Be adamant	- مغرور ہونا، خود پسند ہونا	دماغ آسمان پر ہونا
Certain days	- کچھ دن	کوئی دن
Tolerate injustice	- ظلم برداشت کرنا	ستم اٹھانا
Mystic's hospice or residence (of a saint)	- چوکھٹ، درگاہ، بارگاہ	آستانہ

مشق

❁ درج ذیل اشعار کی تشریح کیجیے۔

ہم سمجھتے ہیں آزمانے کو
عذر کچھ چاہیے ستانے کو
چل کے کعبے میں سجدہ کر مومن
چھوڑ اس بُت کے آستانے کو



ہمارا دماغ

انسانی دماغ ایک سیکنڈ میں ۸۰۰ یادداشتیں ریکارڈ کر لیتا ہے اور اوسطاً ۷۵ سال تک برابر یہ کام جاری رکھ سکتا ہے۔ ہمارے دماغ کی مستقل فائل میں ہر چیز ہر وقت موجود رہتی ہے۔

اگر ایک ایسا کمپیوٹر بنایا جائے جس کے امکانات انسانی دماغ کے برابر ہوں تو اس کا انفراسٹرکچر (ساخت) اتنا بڑا بنانا ہوگا کہ وہ 'ایمپائر اسٹیٹ بلڈنگ' جیسی عمارت کو گھیرے گا۔ ایمپائر اسٹیٹ بلڈنگ نیویارک میں ہے۔ اس کی ۱۰۲ منزلیں ہیں اور اونچائی ۱۲۵۰ فٹ ہے۔ ایسا کمپیوٹر اگر بنایا جاسکے تو اس کو چلانے کے لیے ایک ارب واٹ برقی توانائی درکار ہوگی۔

دماغ کے ایک لاکھ ملین نیوران (عصبی خلیات) جس طرح متحدہ طور پر کام کرتے ہیں اور ایک لمحے میں اشیا کے مابین تمیز کر لیتے ہیں، ایسی حیرت ناک کارکردگی کے اعتبار سے ایک فرد واحد کا دماغ دنیا کی تمام مشینوں اور تمام کمپیوٹروں پر بھاری ہے۔

وزن کے لحاظ سے مردوں کا دماغ خواتین کی نسبت ۱۰ فیصد زیادہ بھاری ہوتا ہے۔ بڑے دماغ کے باعث مرد زیادہ ذہین تو نہیں ہوتے، بس اس قابل ہو جاتے ہیں کہ جسمانی کام بہتر طور پر کر سکیں۔

اس غزل میں جو شعر آپ کو زیادہ پسند ہے اس کی تشریح کیجیے۔

مناسب جوڑیاں لگائیے۔

ستون 'الف'	ستون 'ب'
عذر	آسمان پر
سمجھ	گھر جلانے کو
آگ	ستانے کو
برق	آزمانے کو

'برق کا آسمان پر ہے دماغ' اس مصرعے سے ایک محاورہ بنائیے۔

درج ذیل شعر غزل کا ہے۔

چل کے کعبے میں سجدہ کر مومن
چھوڑ اس بُت کے آستانے کو
اس غزل کے قافیہ لکھیے۔

معنی لکھیے:

(۱) برق (۲) آشیانہ

شعر کو نثر میں لکھیے۔

کوئی دن ہم جہاں میں بیٹھے ہیں
آسمان کے ستم اٹھانے کو

آئیے، کچھ کریں:

مومن جن علوم میں ماہر تھے، ان پر انٹرنیٹ کی مدد سے ایک نوٹ تیار کیجیے/مضمون لکھیے۔

مومن کے تین ہم عصر شعرا کے نام تلاش کیجیے اور ان کی تین غزلیں شعرا کے نام کے ساتھ جمع کیجیے۔

مومن نے علم طب اور علم موسیقی سے بھی خود کو متعلق رکھا۔ ان دونوں علوم کی پانچ پانچ اصطلاحیں تلاش کر کے اپنی بیاض میں لکھیے۔

مومن کی غزل کے ہم قافیہ الفاظ کو جمع کیجیے اور اس فہرست میں پانچ کا اضافہ اپنی جانب سے کیجیے۔

غزل - خلیل الرحمن اعظمی

جان پہچان :

خلیل الرحمن اعظمی سرائے میر، ضلع اعظم گڑھ میں ۱۹۲۷ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم علی گڑھ میں حاصل کی۔ ایم اے اور ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل کرنے کے بعد وہیں شعبہ اُردو سے وابستہ ہو گئے۔ اُردو میں 'ترقی پسند تحریک، مضامین نو' اور 'فکرو فن' ان کی اہم تصانیف ہیں۔ خلیل الرحمن نے غزلوں میں ذاتی احساسات کے ساتھ اپنے زمانے کے دکھ درد کو پُر اثر انداز میں بیان کیا ہے۔ طویل بیماری کے بعد علی گڑھ ہی میں ۱۹۷۸ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔

ہم بانسری پر موت کی گاتے رہے نغمہ ترا
اے زندگی ! اے زندگی ! رتبہ رہے بالا ترا
اپنا مقدر تھا یہی اے منبعِ آسودگی
بس تشنگی ، بس تشنگی ، گو پاس تھا دریا ترا
اس گام سے اُس گام تک ، زنجیرِ غم کے فاصلے
منزل تو کیا ہم کو ملے ، چلتا رہے رستا تیرا
تو کون تھا ، کیا نام تھا ، تجھ سے ہمیں کیا کام تھا
ہے پردہ دل پر ابھی دھندلا سا اک چہرہ ترا
سورج ہے گو نامہرباں ، ہے سر پہ نیلا سائبان
اے آسمان ! اے آسمان ! دائم رہے سایہ ترا

معنی و اشارات

Foot, step	قدم	گام	Source of prosperity	منبعِ آسودگی
Ever lasting, permanent	ہمیشہ باقی	دائم	Thirst, desire	تشنگی
			پیار	

مشق

- درج ذیل میں 'قافیہ' کی جوڑی دی گئی ہے۔ غزل کی روشنی میں غلط جوڑی پہچان کر لکھیے۔
- غزل کا وہ شعر لکھیے جس سے مایوسی جھلکتی ہو۔
- ان اشعار میں بیان کردہ صحیح جذبات و کیفیات پہچانیے۔
- ہم بانسری پر موت کی گاتے رہے نغمہ ترا
- اے زندگی ! اے زندگی ! رتبہ رہے بالا ترا
- (حوصلہ / بزدلی / نفرت)
- اپنا مقدر تھا یہی اے منبعِ آسودگی
- بس تشنگی ، بس تشنگی ، گو پاس تھا دریا ترا
- (محرومی / خوشی / آزادی)
- درج ذیل شعر کی صنعت لکھیے۔
- ہم بانسری پر موت کی گاتے رہے نغمہ ترا
- اے زندگی ! اے زندگی ! رتبہ رہے بالا ترا
- 'سورج ہے گو نامہرباں ، ہے سر پہ نیلا آسمان' اس مصرع کی وضاحت کیجیے۔

غزل - شکیت جلالی

جان پہچان:

شکیت جلالی یکم اکتوبر ۱۹۳۴ء کو پیدا ہوئے۔ ان کا اصل نام سید حسن رضوی تھا۔ ان کے آبا و اجداد علی گڑھ کے نزدیک قصبہ جلالی کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے ۱۹۴۷ء میں جب وہ محض پندرہ برس کے تھے، غزل گوئی کا آغاز کیا۔ وہ جدید اردو غزل کے اہم شعرا میں شمار ہوتے ہیں۔ لیکن بد قسمتی سے وہ ۳۲ سال کی قلیل عمر میں ۱۲ نومبر ۱۹۶۶ء کو انتقال کر گئے۔ ان کا شعری مجموعہ 'روشنی' ان کے انتقال کے بعد ۱۹۷۲ء میں شائع ہوا۔

جہاں تلک بھی یہ صحرا دکھائی دیتا ہے
مری طرح سے اکیلا دکھائی دیتا ہے
نہ اتنی تیز چلے سرپھری ہوا سے کہو
شجر پہ ایک ہی پتا دکھائی دیتا ہے
بُرا نہ مانے لوگوں کی عیب جوئی کا
انھیں تو دن کا بھی سایہ دکھائی دیتا ہے
یہ ایک ابر کا ٹکڑا کہاں کہاں برسے
تمام دشت ہی پیاسا دکھائی دیتا ہے
وہیں پہنچ کے گرائیں گے بادباں اب تو
وہ دُور کوئی جزیرہ دکھائی دیتا ہے

معنی و اشارات

Desert, forest	جنگل	-	دشت	Till, untill	تک	-	تلک
وہ کپڑا جو کشتی کی رفتار کو بڑھانے اور اس کا	-	بادبان	سرپھری	Unmanageable, mad	پاگل	-	پاگل
رُخ موڑنے کے لیے لگاتے ہیں	Sail	-	عیب جوئی	Picking out faults	خرابی تلاش کرنا	-	عیب جوئی

مشق

- ❖ دیے ہوئے الفاظ کے ہم معنی لفظ لغت سے تلاش کیجیے۔
- ❖ غزل کے مطابق مناسب جوڑیاں لگائیے۔
- ۱۔ صحرا، شجر، سایہ، جزیرہ
- ۱۔ پیاسا دکھائی دیتا ہے
- ۲۔ درج ذیل شعر کی تشریح کیجیے۔
- ۲۔ یہ ایک ابر کا ٹکڑا کہاں کہاں برسے
- ۳۔ تمام دشت ہی پیاسا دکھائی دیتا ہے
- ۳۔ وہ دور کوئی
- ۴۔ دیے ہوئے الفاظ کی جمع لکھیے۔
- ۴۔ شجر، پتا، جزیرہ، عیب
- ۵۔ تمام دشت ہی
- ۵۔ جزیرہ دکھائی دیتا ہے

غزل - عبدالاحد سآز

جان پہچان :

عبدالاحد سآز ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۰ء کو ممبئی میں پیدا ہوئے۔ ممبئی یونیورسٹی سے بی۔ کام کیا۔ پیشے سے تاجر ہیں۔ طالب علمی کے زمانے سے شعر گوئی کا شوق رہا ہے۔ ’نموشی بول اٹھی، سرگوشیاں زمانوں کی‘ اور ’در کھلے پچھلے پہر‘ ان کے شعری مجموعے ہیں۔ مہاراشٹر راجیہ ساہتیہ اکیڈمی کے علاوہ کئی ریاستی اکیڈمیوں نے انعامات سے نوازا ہے۔

خود کو اوروں کی توجہ کا تماشا نہ کرو
آئینہ دیکھ لو ، احباب سے پوچھا نہ کرو
وہ جلائیں گے تمھیں ، شرط بس اتنی ہے کہ تم
صرف جیتے رہو ، جینے کی تمنا نہ کرو
چارہ گر ! چھوڑ بھی دو اپنے مرض پر ہم کو
تم کو اچھا جو نہ کرنا ہے تو اچھا نہ کرو
جانے کب کوئی ہوا آ کے گرا دے ان کو
طارو ! ٹوٹی شاخوں پہ بسیرا نہ کرو
شعر اچھے بھی کہو ، سچ بھی کہو ، کم بھی کہو
درد کی دولتِ نایاب کو رسوا نہ کرو

معنی و اشارات

احباب	- حبیب کی جمع، دوست	Friends	چارہ گر	- علاج کرنے والا
جلانا	- زندہ کرنا	Bring back to life	نایاب	- قیمتی
شرط	- ضروری	Necessary, condition	رسوا	- بے عزت
				Dishonoured

مشق

- وجوہات لکھیے۔
- ۱۔ شاعر جینے کی تمنا نہ کرنے کی تلقین کر رہا ہے۔
 - ۲۔ پرندوں کو شاخوں پر بسیرا کرنے سے منع کر رہا ہے۔
- خالی جگہ پُر کیجیے۔
- ۱۔ آئینہ دیکھ لو، سے پوچھا نہ کرو
 - ۲۔ درد کی کو رسوا نہ کرو
- مصرعوں کی صحیح جوڑیاں لگائیے۔
- چارہ گر ! چھوڑ بھی دو اپنے مرض پر ہم کو
جانے کب کوئی ہوا آ کے گرا دے ان کو
وہ جلائیں گے تمھیں ، شرط بس اتنی ہے کہ تم
طارو ! ٹوٹی شاخوں پہ بسیرا نہ کرو
تم کو اچھا جو نہ کرنا ہے تو اچھا نہ کرو
صرف جیتے رہو ، جینے کی تمنا نہ کرو

۱۰۔ رباعیات

پہلی بات : کسی مخصوص موضوع پر مسلسل اشعار کے مجموعے کو نظم کہتے ہیں۔ اس کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں جو مصرعوں یا اشعار کی تعداد کے مطابق پہچانی جاتی ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ چار مصرعوں اور ایک خاص وزن و بحر میں ادا کیے گئے شاعرانہ خیال کو **رباعی** کہتے ہیں۔ اکثر اس کے پہلے، دوسرے اور چوتھے مصرعے میں قافیہ ہوتا ہے۔ (کبھی کبھی چاروں مصرعوں میں بھی قافیہ استعمال کیے جاتے ہیں)۔ رباعی میں شاعر جو کچھ کہنا چاہتا ہے اس کا خیال پہلے مصرعے سے ترقی کرتے ہوئے چوتھے مصرعے میں اپنے عروج پر پہنچتا ہے۔ یہ مصرع بہت متاثر کرنے والا ہوتا ہے۔ شاعر اس میں رباعی کے بہت وسیع خیال کو ایک نقطے پر مرکوز کر دیتا ہے اس لیے یہ مصرع بڑے خوب صورت اور چونکانے والے انداز میں شاعر کی بات کو مکمل کرتا ہے۔

تمام بڑے اور اہم شعرا کے کلام میں رباعیاں ملتی ہیں۔ میر و سودا، انیس و دبیر، غالب و ذوق، اکبر و رواں، جوش و فراق، امجد و یگانہ سب نے رباعیاں کہی ہیں۔

تلوک چند محروم

جان پہچان : تلوک چند محروم یکم جولائی ۱۸۸۷ء کو گوجراں والا (پاکستان) میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں بھارت آئے اور دہلی میں رہنے لگے۔ ان کے کلام میں اخلاقی مضامین کثرت سے ملتے ہیں۔ 'گنج معانی' رباعیات محروم، کاروان وطن، وغیرہ ان کی شاعری کے مجموعے ہیں۔ ۶ جنوری ۱۹۶۶ء کو دہلی میں ان کا انتقال ہوا۔

مذہب کی زبان پر ہے نگوئی کا پیام حسنِ عمل اور راست گوئی کا پیام
مذہب کے نام پر لڑائی کیسی مذہب دیتا ہے صلح جوئی کا پیام

امجد حیدر آبادی

جان پہچان : امجد حیدر آبادی کا اصل نام سید احمد حسین تھا۔ وہ ۱۸۸۶ء میں حیدر آباد میں پیدا ہوئے تھے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ نظامیہ سے حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی سے مٹھی فاضل کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد وہ مدرس ہوئے اور ترقی کرتے کرتے صدر محاسب کے دفتر میں ملازم ہو گئے۔ وہ نہایت صوفی مزاج تھے۔ انھوں نے رباعی کے فن میں نام کمایا۔ ان کی رباعیوں کے تین مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ موسیٰ ندی کی طغیانی میں ان کا گھر، مال اور والدہ سب غرق ہو گئے تھے۔ اسی کا غم انھیں آخری عمر تک کھائے جاتا رہا۔ ۱۹۶۱ء میں حیدر آباد ہی میں ان کا انتقال ہوا۔

کم ظرف اگر دولت و زر پاتا ہے مانند حباب ابھر کے اتراتا ہے
کرتے ہیں ذرا سی بات پر فخر خسپس تنکا تھوڑی ہوا سے اڑ جاتا ہے

فانی بدایونی

جان پہچان :

فانی بدایونی کا اصل نام شوکت علی خاں تھا۔ وہ بدایوں کے اسلام نگر میں ۱۸۷۹ء میں پیدا ہوئے۔ انٹرنس تک کی ابتدائی تعلیم انھوں نے بدایوں میں حاصل کی۔ علی گڑھ کالج سے ایل ایل بی کی ڈگری بھی حاصل کی مگر وکالت کے پیشے میں ان کا دل نہیں لگا۔ فانی کو بچپن ہی سے شاعری کا شوق تھا۔ ان کی بیشتر زندگی پریشانیوں میں گزری اس لیے ان کی شاعری میں یاس کا عنصر غالب نظر آتا ہے۔ 'باقیاتِ فانی' کے نام سے ان کا دیوان شائع ہو چکا ہے۔ ۱۹۴۱ء میں حیدرآباد میں ان کا انتقال ہو گیا۔

تکمیلِ بشر نہیں ہے سلطان ہونا یا صف میں فرشتوں کی نمایاں ہونا
تکمیل ہے عجزِ بندگی کا احساس انسان کی معراج ہے انساں ہونا

سہیل مالکانوی

جان پہچان :

عبد الغفور دین محمد سہیل ۱۹۱۱ء میں پیدا ہوئے۔ وہ فارسی کے بہت بڑے عالم تھے۔ ہندوستان کے بڑے بڑے محققین فارسی کے مسائل پر گفتگو کرنے کے لیے ان سے ملنے آتے۔ طبابت اور تدریس کے پیشے سے وابستہ رہے۔ نظم اور غزل سے زیادہ رباعیات سے لگاؤ تھا۔ شاعری میں ان کے بہت سے شاگرد ہیں۔ 'سفینہ، درد و فغاں' اور 'درد و داغ' ان کے شاعری کے مجموعے ہیں۔ ۱۹۸۵ء میں انھوں نے وفات پائی۔

رستے سے ہمالہ کو ہٹائے گا ضرور منزل کی طرف قدم بڑھائے گا ضرور
یہ خاک کا پتلا بھی بڑا ضدی ہے آندھی میں چراغ اپنا جلانے گا ضرور

معنی و اشارات

انسان کا عروج	-	تکمیلِ بشر	-	نیکی	-	نکوئی
Pinnacle of humanity	-		-	Virtue, goodness	-	
بادشاہ	-	سلطان	-	عمل کی خوبی	-	حسنِ عمل
King	-		-	Excellence of deed	-	
قطار	-	صف	-	سچ کہنا	-	راست گوئی
Queue, line	-		-	Veracity	-	
کمتر بندہ ہونا	-	عجزِ بندگی	-	نالائق، کمینہ	-	کم ظرف
Humbleness	-		-	Low-spirited	-	
بلندی، عروج	-	معراج	-	بلبلے کی طرح	-	مانندِ حباب
Pinnacle	-		-	Like a bubble	-	
مراد انسان	-	خاک کا پتلا	-	امن پسندی	-	صلح جوئی
Human being	-		-	Peace loving	-	
ناممکن کام کرنا	-	آندھی میں	-	بہت کنجوس	-	خنس
Attempt the impossible	-	چراغ جلانا	-	Miser, ungenerous	-	
	-		-	انسان	-	بشر
	-		-	Human being	-	

رباعی ۱:

مناسب جوڑیاں لگائیے۔

ستون 'الف'	ستون 'ب'
زبان	صلح جوئی کا پیام
حسنِ عمل	نکوئی کا پیام
مذہب	راست گوئی کا پیام

مذہب کے بارے میں آپ کے اپنے خیالات لکھیے۔

رباعی ۲:

رباعی سے وہ مصرع تلاش کر کے لکھیے جس میں دو ہم معنی

الفاظ آئے ہیں۔

ہم معنی الفاظ لکھیے۔

زر حباب خسیں کم ظرف

اس رباعی کے قافیے لکھیے۔

رباعی کا مطلب لکھیے۔

رباعی ۳:

صحیح متبادل سے خالی جگہ پُر کیجیے۔

۱۔ فرشتوں کی صف میں نمایاں ہونا.....

(الف) تکمیلِ بشر نہیں

(ب) معراجِ بندگی نہیں

(ج) عجزِ بندگی نہیں

۲۔ انسان کی معراج ہے.....

(الف) سلطان ہونا

(ب) فرشتہ ہونا

(ج) انسان ہونا

اپنے الفاظ میں لکھیے۔

۱۔ تکمیلِ بشر

۲۔ انسان کی معراج

ذیل کے لفظوں کے معنی لکھیے۔

بشر بندگی صف عجز معراج

رباعی کا مطلب لکھیے۔

رباعی ۴:

خاک کا پتلا کے لیے ایک لفظ لکھیے۔

اس رباعی کے تینوں قافیے اور ردیف لکھیے۔

شعر کی تشریح کیجیے۔

یہ خاک کا پتلا بھی بڑا ضدی ہے

آندھی میں چراغ اپنا جلانے گا ضرور

۱۔ آس پاس

منظر سلیم

جان پہچان :

منظر سلیم ۳ جنوری ۱۹۵۹ء کو بلڈانہ (مہاراشٹر) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم بلڈانہ میں ہوئی۔ ممبئی یونیورسٹی سے ایم۔ اے کیا۔ درس و تدریس کو پیشہ بنایا۔ ابتدا سے افسانہ نگاری کا شوق تھا۔ افسانہ نگاری کے ساتھ ساتھ ماہی ’تخیل‘ کی ادارت بھی بحسن و خوبی انجام دیتے رہے۔ ۲۰۰۸ء میں ایک تعلیمی سہ ماہی رسالہ ’نقیب‘ جاری کیا۔ ’جہاد‘ اپنے حصے کی دھوپ اور مٹھیاں اُن کے افسانوں کے مجموعے ہیں۔ مہاراشٹر اُردو سہ ماہیہ اکیڈمی، بہار اُردو اکیڈمی کے علاوہ کئی اداروں نے انھیں انعامات سے نوازا۔ ۲۱ اپریل ۲۰۱۵ء کو اس سال افسانہ نگار کا انتقال ہو گیا۔

منظر سلیم اپنے افسانوں کا خمیر آس پاس کے ماحول سے اخذ کرتے ہیں۔ ان کے افسانے انسانی سروکار کے افسانے ہیں۔ زیر نظر افسانہ ’آس پاس‘ میں بتایا گیا ہے کہ خوف و دہشت کے ماحول میں لوگ ایک دوسرے سے کس قدر خوف زدہ رہتے ہیں۔

اس نے ٹیبل پر بکھری ہوئی فائلیں سمیٹ کر الماری میں رکھ دیں۔ کاغذات پر پیپر ویٹ رکھا، اپنا ذاتی سامان، چند کاغذات، فائل، ٹفن اور سلسری کی بوتل بریف کیس میں رکھی اور دفتر پر ایک طائرانہ نظر ڈالتا ہوا باہر نکل آیا۔ اس کے کچھ ساتھی جا چکے تھے، کچھ جانے کے لیے تیار تھے اور کچھ اپنی سیٹوں پر بیٹھے ابھی تک کام کر رہے تھے۔

کھلے آسمان کے نیچے اسے تازگی کا احساس ہوا۔ شام کے سائے آہستہ آہستہ گہرے ہوتے جا رہے تھے۔ پرندے اپنے آشیانوں کی طرف لوٹنے لگے تھے۔ اسے بھی اپنا گھریا یاد آیا۔ بیوی اور بچے، بچوں کے مسکراتے چہرے، شرارتیں، کلاکاریاں، بھاگ دوڑ اور اُچھل کود.... وہ تیز تیز قدموں سے چلنے لگا۔ فٹ پاتھ پر بے شمار دکانیں تھیں۔ بھڑکی وجہ سے اسے چلنے میں دشواری پیش آرہی تھی۔ اس کے باوجود وہ تیز چلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے سبھی ساتھی چھہ پندرہ کی ویرا فاسٹ لوکل کے لیے ریلوے اسٹیشن کی طرف چلے گئے تھے۔ مگر اسے تو بس سے جانا تھا اس لیے وہ بس اسٹاپ کی طرف بڑھ رہا تھا۔

صبح جب وہ آفس کے لیے گھر سے نکلتا تو اس کی بیوی کی آنکھوں میں فکر مندی ہوتی۔ یہ روز کا معمول ہو گیا تھا۔ وہ کہتی، دیکھیے... آپ لوکل ٹرین سے سفر مت کیجیے۔ جب تک شہر کے حالات ٹھیک نہیں ہو جاتے تب تک آپ بس سے ہی سفر کیا کریں۔ جب لوکل ٹرینوں میں دھماکے ہوئے تھے تب سے وہ روز ہی یہ بات کہتی تھی۔ وہ بھی غیر ارادی طور پر اس کی فکر مندی سے متاثر ہوا اسی لیے وہ بس سے سفر کرنے لگا تھا۔ بم دھماکوں سے شہری زندگی کچھ دیر کے لیے ٹھہر سی گئی تھی۔ عام لوگوں میں خوف و ہراس پایا جاتا تھا۔ اس کی بیوی بھی گھبرا گئی تھی۔ وہ بس ایک ہی بات دہراتی رہتی کہ ٹرینوں میں بم دھماکے ہوتے ہیں، بھگدڑ مچ جاتی ہے، لوگ چلتی ٹرین سے کود پڑتے ہیں۔ بے گناہ لوگ مارے جاتے ہیں۔ نوکری پیشہ لوگوں کی تو جان پر بنی ہوتی ہے مگر ان کے لیے لوکل ٹرین کا سفر ایک مجبوری ہے۔

اس شہر میں ان کا اپنا کوئی نہیں تھا۔ اجنبی شہر... اجنبی لوگ! چند مہینوں قبل ہی یہاں اس کا ٹرانسفر ہوا تھا۔ یہ شہر اس کے لیے نیا نہیں تھا۔ وہ اکثر تفریحاً ممبئی آتا جاتا رہا تھا مگر مستقل قیام کا اس کا یہ پہلا تجربہ تھا۔

جب وہ بس اسٹاپ پر پہنچا تو وہاں خاصی بھیڑ تھی۔ لوگ ادھر ادھر بکھرے تھے۔ بس کی قطار کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ دیر تک انتظار کرنے کے بعد ۸۴ لمیٹڈ بس آگئی۔ اس کے رکتے رکتے وہ دوڑ کر بس میں سوار ہو گیا اور ونڈوسیٹ پر بیٹھنے میں کامیاب ہو گیا۔

اب اس کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ رنگ گئی تھی۔ وہ خوشی سے کھل اٹھا۔ بھیڑ دیکھ کر تو اسے مایوسی کا احساس ہونے لگا تھا کہ وہ بس میں داخل ہو پائے گا بھی یا نہیں۔

آج پھر وہ ایک بہت بڑی پریشانی سے بچ گیا تھا۔ اس نے اطمینان کی سانس لی۔ کچھ لوگ بس میں داخل ہونے کے بعد کنڈکٹر سے حجت بھی کرنے لگے تھے۔ کوئی کہنے لگا... ایک بھی آدمی 'کیو' میں نہیں آیا۔ سب باہر سے ہی اندر آ گئے۔ کوئی کہنے لگا... ہم لوگ گھنٹوں سے کیو میں کھڑے بس کا انتظار کر رہے ہیں۔ اور یہ لوگ دندناتے ہوئے بس میں گھس پڑے۔

تیسرا لوگوں سے مخاطب ہو کر کہتا... آپ لوگ سمجھتے کیوں نہیں؟ چوتھا غصے سے بے قابو ہو کر کہتا... بس روکو... کنڈکٹر... بس روکو۔ جتنے آدمی بغیر لائن کے اندر آئے ہیں ان کو پہلے نیچے اتارو... کیا لوگ ہیں...؟ لائن کا مطلب بالکل نہیں سمجھتے۔ من مانی کرتے ہیں۔

کچھ مسافر چلانے لگے... اے بھائی لوگ کائے کو لفظ اکر تا ہے... ہم کو جلدی پہنچنا ہے... کنڈکٹر چلو... اس سے پہلے کہ جھگڑا اور بڑھے کنڈکٹر نے فوراً بیل بجا دی۔ ڈرائیور نے اس کی آواز پر اسٹیئرنگ گھمایا۔ بس چل پڑی۔ ساری بحش دھری کی دھری رہ گئیں۔ غصے سے بھرے ہوئے سینئر سیٹرز کھڑے کھڑے چلاتے رہے۔ سیٹوں پر بیٹھے مسافر مسکراتے رہے۔ وہ کھڑکی سے باہر نظارے دیکھنے میں اس قدر محو ہو گیا کہ اسے پتا ہی نہیں چلا کہ کنڈکٹر ٹکٹ... ٹکٹ چلا رہا ہے۔ وہ چونک گیا۔ اس نے ٹکٹ لیا اور دوبارہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔

قطار در قطار کھڑی فلک بوس عمارتیں، سڑک کے کنارے ایستادہ ناریل کے درخت اور یہاں سے وہاں بھاگتی دوڑتی کاریں، ٹیکسیاں اور بسیں... ہر کسی کو اپنی منزل پر پہنچنے کی جلدی تھی۔

بس ہوا کو چیرتی ہوئی منزل کی طرف رواں دواں تھی۔ وہ دکانوں، ہوٹلوں اور عمارتوں پر چسپاں بورڈ پڑھنے لگا۔ ہندی، انگریزی، مراٹھی اور اردو میں تحریر کردہ یہ بورڈ اور دیواروں پر لکھے نعرے، فقرے اور اشتہارات پر اس کی نظر رکتی اور ہٹ جاتی۔ اس نے ایک اچھتی نظر بس میں بیٹھے اور کھڑے مسافروں پر ڈالی۔ کوئی اونگھ رہا تھا تو کوئی سونے لگا تھا۔ کوئی بے چین نظروں سے اندر باہر دیکھ رہا تھا... وہ کھڑکی سے باہر کے نظاروں میں کھو گیا۔ اسے یہ بھی احساس نہیں رہا کہ اس کے بازو والی سیٹ پر کون شخص بیٹھا ہوا ہے اور وہ کیا کر رہا ہے؟

اس سے قبل کہ وہ اس شخص سے مخاطب ہوتا پاس کی سیٹ پر بیٹھا شخص اسے کہنی سے ٹھوکا مار کر کہنے لگا..... بھائی صاحب! ذرا اندر ہو جائیے..... تھوڑا سا..... وہ اپنے آپ کو سمیٹ کر تھوڑا اندر کھسک گیا تب اس نے اس شخص کو بغور دیکھا۔ حلیہ دیکھ کر اس کے اندر شک و شبہات کی ایک رو چلنے لگی۔ وہ خوفزدہ ہو گیا اور اپنے خوف کو چھپانے کے لیے وہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ دیواروں اور دکانوں کے اشتہارات پڑھنے کی کوشش کرتا رہا کہ اچانک اس کی نظر بس کے اندر لکھی اس ہدایت پر پڑی:

”کھڑکی سے باہر دیکھنے کے بجائے غور کریں کہ آپ کے آس پاس کوئی سند یہہہ جنک ویکٹی تو نہیں۔“

اس تحریر کو پڑھتے ہی اس کے ذہن میں شک کی سوئیاں سی چھنے لگیں۔ وہ سوچنے لگا کہ اس کے بغل میں بیٹھا ہوا شخص ضرور کوئی شریک یا آ تنگ وادی ہے جو اپنے ساتھ موت کا سامان لیے سفر کر رہا ہے۔
وہ باریک بینی سے اس کا جائزہ لینے لگا۔ اس کا حلیہ عجیب تھا۔ داڑھی بڑھی ہوئی، بکھرے بال، گھنی مونچھیں، چہرہ سُستا ہوا، گلے میں بڑا ساعویذ، بے چین نگاہوں سے ادھر ادھر تکتا ہوا، گرد آلود کپڑے اور اس کے زانوؤں پر رکھا ہوا کالا بیگ.....!
وہ سوچنے لگا، بیگ کے اندر.....؟ کیا ہو سکتا ہے.....؟ کیا ہونا چاہیے... آرڈی ایکس، کوئی دھماکہ خیز مادہ؟ ٹائم بم؟ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔

اچانک بریک لگنے سے بس رک گئی۔ اس کی سوچ کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ وہ مسافروں کو گھڑنے لگا۔ بس کچا کھج بھری تھی۔ اس کی نظریں بار بار اس شخص پر جا پڑتیں، جو اسے مسلسل پریشان کیے ہوئے تھا۔ کبھی وہ اسے کہنی مارتا، کبھی ہاتھ مارتا تو کبھی اس کے پیر کو جوتے تلے دبا دیتا تو کبھی کنکھیوں سے اسے دیکھنے لگتا۔ وہ اُف کر کے رہ جاتا تو وہ شخص 'سوری' کہہ کر دوسری طرف دیکھنے لگتا۔ بس کے سفر میں اس طرح کی تکلیفوں سے اسے روزانہ ہی گزرنا پڑتا تھا۔ چرچ گیٹ سے اندھیری تک کا یہ سفر جوئے شیر لانے سے کم نہ تھا۔

آخر کار اس شخص کو اس نے ٹھیک طرح سے بیٹھنے کو کہا..... تو اس نے محسوس کیا کہ وہ شخص بھی اسے شک بھری نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ بار بار اس کی نظریں اس کا لے بیگ کی طرف چلی جاتیں جو اس کی گود میں رکھا تھا۔ تب ہی مشکوک شخص نے قدرے بے خوف ہو کر اس سے پوچھا، 'بھائی صاحب! آپ کے اس بیگ میں کیا ہے؟' سوال سن کر وہ سکتہ میں آ گیا۔ جان نہ پہچان! اور اس طرح بے تکلفانہ گفتگو۔ اس نے کڑے تیوروں کے ساتھ الٹا اسی سے سوال کر دیا، کیا ہو سکتا ہے.....؟ کیا ہوگا اس میں.....؟ اس نے بھی اس کے بیگ کی طرف اشارہ کر کے سوال کیا۔ ایسا ہی بیگ تو آپ کے پاس بھی ہے۔ اس میں کیا ہے؟ سوال سن کر اس کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ کہنے لگا، 'کیا ہو سکتا ہے! کیا ہونا چاہیے..... اور کیا ہوگا..... وہی سب کچھ..... جو شاید آپ کے بیگ میں ہے۔' بڑی چالاکی سے اس نے اس کا سوال اسی پر اُچھال دیا۔

وہ ایک بار پھر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا مگر وہ ہدایت بار بار اس کا منہ چڑا رہی تھی۔ وہ بھی سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا جیسے کہہ رہا ہو، 'کھڑکی سے باہر دیکھنے کی بجائے غور کریں کہ آپ کے آس پاس کوئی سندھیہ جنک ویکتی تو نہیں؟' وہ شخص مسلسل موبائل کے بٹن دبائے جا رہا تھا۔ اس کے حلیے کو دیکھ کر اسے یقین ہو گیا تھا کہ یہ ضرور کوئی غنڈا ہے۔ شاید یہ بس میں دھماکا کرنا چاہتا ہے۔ اس کے بیگ میں دھماکہ خیز مادہ اور اس کے موبائل میں کوئی کنکشن..... اس کی حرکتیں بھی بڑی عجیب و غریب تھیں۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھتا۔ کبھی کھڑکی کے باہر دیکھنے لگتا تو کبھی اندر کچھ تلاش کرنے لگتا۔ بار بار موبائل میں کوئی نمبر ڈھونڈتا جیسے اسے کوئی سنگل ملنے والا ہو۔ شاید سنگل ملتے ہی وہ اسٹاپ پر اُتر جائے گا۔ اور پھر کوئی زبردست دھماکا ہوگا۔

دھماکے سے متعلق سوچ کر اسے بیوی بچے یاد آ گئے۔ اگر بس میں دھماکا ہوا تو.....؟ اس کے بیوی بچوں کا کیا ہوگا؟ کہاں جائیں گے وہ؟ کیا وہ زندہ رہ پائے گا یا مر جائے گا؟ اگر وہ اپنا بچ ہو گیا تو! کیا ہوگا آخر اس کا.....؟ بیوی بچوں کو اس کی زندگی کا معاوضہ ملے گا یا نہیں.....؟

ایک لمحے کے لیے اس نے سوچا کہ کنڈکٹر کو صاف بتا دے کہ اس شخص کے پاس کچھ ہے۔ کوئی خطرناک جان لیوا

چیز..... اس کے بیگ میں مسافروں کی زندگی اور موت کا کوئی راز بند ہے۔ بس روک کر اسے پولیس کے حوالے کر دیا جائے..... اس مشکوک آدمی کو.....

وہ اپنے اندر ہمت نہیں بٹایا۔ خوف اس کے چہرے پر بدستور قائم رہا۔ خوف نے ہی اس کے اندر بے چینی کو جنم دیا۔ اس کا چہرہ پسینے کی ننھی ننھی بوندوں سے بھر گیا اور ہاتھ پیر کاٹنے لگے۔

وہ دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ اب 'بس' جس کسی بھی اسٹاپ پر رُکے گی میں وہیں اُتر جاؤں گا اور وہاں سے دوسری بس میں سوار ہو جاؤں گا یا پھر پیدل ہی چل پڑوں گا۔ اپنے آپ کو اور اپنی زندگی کو محفوظ رکھنے کا اس سے بہتر کوئی راستہ نہیں تھا۔ کیونکہ ٹرین کا سفر اب محفوظ نہیں رہ گیا تھا۔ اور شاید بس کا سفر.....؟

اس نے کھڑے ہونے کی کوشش کی مگر اس کے پاؤں جیسے کسی نے جکڑ لیے۔ اٹھ کھڑے ہونے کی ساری کوششیں ناکام ہو گئیں۔ وہ اپنے اندر کمزوری اور نقاہت محسوس کر رہا تھا۔ جب زندگی کی ٹرین حالات کی پٹریوں پر دوڑنے لگی تھی لوگ سب کچھ بھلا کر جینے لگے تھے۔ اُس وقت وہ اتنا خوفزدہ اور پریشان نہیں ہوا تھا مگر آج پتا نہیں کیوں، وہ عجیب سی کشمکش میں مبتلا تھا۔ اُس کا شک یقین میں بدلتا جا رہا تھا کہ اس کے پاس بیٹھا ہوا شخص شر پسند ہے۔ خطرناک عزائم لیے ہوئے سفر کر رہا ہے۔ اس کے بیگ میں کوئی 'گھات' چیز ہے۔ اس کے موبائل میں کوئی نمبر ایسا ہے جسے ڈائل کرنے سے دھماکا ہو جائے..... یہ سب سوچتے ہی وہ اپنے آپ کو بے حس و حرکت محسوس کرنے لگا۔ ایک دم زندہ لاش کی طرح۔ اس کے جسم سے پسینہ پھوٹنے لگا۔ وہ اپنی حفاظت کی خاطر ہی تو بس سے سفر کر رہا تھا۔ مگر یہاں بھی کوئی اس کی 'گھات' میں بیٹھا تھا۔

اس نے ایک بار پھر اس شخص کو دیکھا جو اس کے حواس پر چھا گیا تھا۔ اس نے سوچا کہ کنڈکٹر کو بتا دینا چاہیے..... کشمکش کے اس عالم میں اس نے اپنی ساری قوت اکٹھا کی اور ایک چیخ کے ساتھ کنڈکٹر کو آواز دے دی..... کنڈکٹر..... سب مسافر حیرت سے اسے دیکھنے لگے۔ اس سے قبل کہ کنڈکٹر اس تک پہنچتا پاس کی سیٹ پر بیٹھا ہوا شخص بوکھلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ جیسے اسے اپنا اسٹاپ یاد آ گیا ہو۔ اس طرح اچانک اٹھ کھڑے ہونے سے اس کا توازن بگڑ گیا اور اس کے ہاتھ سے بیگ چھوٹ کر گر پڑا اور کھل گیا۔ بیگ کے اندر کا سارا سامان بکھر گیا..... کچھ کاغذات، کچھ فائلیں، ٹفن باکس اور بسلری کی بوتل..... ہڑبڑا کر وہ سوری کہتا ہوا اپنا سامان سمیٹنے لگا۔

ان بکھری چیزوں کو دیکھ کر غیر ارادی طور پر اس کا ہاتھ بھی اپنے بیگ کی طرف چلا گیا.....!!

مشق

افسانہ پڑھ کر ذیل کی سرگرمیاں مکمل کیجیے۔

- ❖ افسانے کا پس منظر دس سطروں میں بیان کیجیے۔
- ❖ افسانے کے مرکزی خیال پر روشنی ڈالیے۔
- ❖ افسانے کے اہم کرداروں کا مختصراً ذکر کیجیے۔
- ❖ افسانہ نگار کے ٹرین کی بجائے بس سے سفر کرنے کی وجہ لکھیے۔
- ❖ افسانے کے اختتام پر آپ نے جو محسوس کیا، اسے اپنے لفظوں میں بیان کیجیے۔
- ❖ افسانہ نگار کے اپنے بغل والے مسافر پر شک کرنے کی وجہ لکھیے۔
- ❖ بس میں چڑھنے کے بعد مختلف مسافروں کے ذریعے کہے گئے جملوں کو نقل کیجیے۔
- ❖ ”غور کریں آپ کے آس پاس کوئی سند یہہ جنک ویکٹی تو نہیں۔“ درج بالا عبارت کو دیونگری میں لکھیے۔

ڈاکٹر سر شیخ محمد اقبال جنہیں ہم علامہ اقبال کے نام سے جانتے ہیں، ۹ نومبر ۱۸۷۷ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ انہیں 'شاعر مشرق' اور 'حکیم الامت' کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان کی نظمیں 'بچے کی دعا، ہمدردی، کڑا اور کھٹی، پرندے کی فریاد وغیرہ' نہایت مشہور ہیں۔ 'بانگ درا، بال جبریل، ضرب کلیم، جاوید نامہ' اور 'پیام مشرق' ان کی اہم کتابوں میں شامل ہیں۔ اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعے قوم کو حرکت و عمل اور خودی کی تعلیم دی۔ ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کو انھوں نے وفات پائی۔

آتا ہے یاد مجھ کو گزرا ہوا زمانہ
وہ باغ کی بہاریں وہ سب کا چہچہانا
آزادیاں کہاں وہ اب اپنے گھونسلے کی
اپنی خوشی سے آنا، اپنی خوشی سے جانا

کیا بدنصیب ہوں میں، گھر کو ترس رہا ہوں
ساتھی تو ہیں وطن میں، میں قید میں پڑا ہوں
آئی بہار، کلیاں پھولوں کی ہنس رہی ہیں
میں اس اندھیرے گھر میں قسمت کو رو رہا ہوں
اس قید کا الہی دُکھڑا کسے سناؤں
ڈر ہے یہیں قفس میں، میں غم سے مرنے جاؤں

جب سے چمن چُھٹا ہے یہ حال ہو گیا ہے
دل غم کو کھا رہا ہے، غم دل کو کھا رہا ہے
آزاد مجھ کو کردے او قید کرنے والے
میں بے زباں ہوں قیدی، تو چھوڑ کر دعا لے

مشق

- انٹرنیٹ کی مدد سے اس نظم کے شاعر کے بارے میں مزید معلومات حاصل کیجیے۔
- اس نظم کے جو اشعار آپ کو پسند آئے انہیں خوش خط لکھیے۔
- پرندوں اور جانوروں کو قید رکھنے کے تعلق سے اپنی جماعت میں گفتگو کیجیے۔



महाराष्ट्र राजीव पाठ्यपुस्तक निदेशन समिती, पुणे-२

तारुफे उर्दू, इयलता नववी (उर्दू भाषा)

₹ 48.00

